ہفت روزہ

ندائے خلافت

۱۸/ جولائی ۱۹۹۴ء

☆ داعیٔ تحریک کے تیسرے خطبۂ خلافت کی دوسری قسط

☆ سندھ کی انتظامیہ کو فوج کی بیساکھی کا سہارا کب تک؟

☆ تحریک خلافت کی ضلعی کمیٹیوں کا اعلان

حدیثِ امروز

ضرورت دوا دارُو کی نہیں‘ جراحت کی ہے!

"ہمدرد" کے سربراہ یعنی دل میں قوم کا درد رکھنے والے حکیم محمد سعید صاحب کا ایک اور انتباہ انہی دنوں ایک اخبار میں نظر سے گزرا ہے جس میں انہوں نے کسی امریکی دانشور پروفیسر ڈاکٹر شومان کی تقریر سے ایک اقتباس نقل کیا جو بروک لین (نیویارک) میں ۳ جون ۱۹۴۹ء کو اس کی ایک تقریر سے ماخوذ ہے۔ کالی زبان والے اس گورے نے کہا تھا کہ "جنوبی ایشیا میں پاکستان کی نئی ریاست حال ہی میں وجود میں آئی ہے۔ یہ ایسی ریاست ہے جس کے سامنے ایسے لاتعداد مشکلات کے گڑھے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ اس کی بقا خطرات سے پر ہے۔ جیسا کہ آنے والا وقت بتائے گا‘ نصف صدی سے بھی قبل یہ ریاست اس کے اپنے شہریوں کے کرتوتوں کے باعث تباہ ہو جائے گی۔ یہ لوگ تو غلامی کی زنجیریں پہنے ہوئے پیدا ہوئے ہیں‘ ان کی فکر آزاد وطن سے محبت کی سزاوار ہی نہیں اور ان کے ذہن ذاتی مفاد سے ورے دیکھ ہی نہیں سکتے۔ میرے الفاظ نوٹ کر لیجئے‘ میں ان لوگوں کے مزاج کو سمجھتا ہوں"۔

اس پر حکیم صاحب نے دوسری باتوں کے علاوہ اس ایک چشم کشا تضاد کی طرف بھی قوم کو متوجہ کیا ہے کہ حضرت قائداعظم نے پہلے ہی دن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل بنانے سے انکار کر کے غلامی کی جس زنجیر کو کاٹ پھینکا تھا‘ وہ آزادی کی نصف صدی ہمارے دل و دماغ کو غیر مرئی انداز میں تو جکڑے رہی تھی‘ اب اپنے بچوں کو پہلی جماعت سے ہی انگریزی زبان کی تعلیم دینے کے فیصلے کی شکل میں تکلف برطرف کرتے ہوئے ہم نے اسے پھر سے باقاعدہ پہن لیا ہے۔ یہ حقیقت بلاشبہ بڑی سنگین ہے لیکن بعض دیگر حقائق اس سے کہیں زیادہ تلخ ہیں جنہیں نظر انداز کیا جائے تو صورت حال کی نزاکت کے ادراک کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔

ڈاکٹر شومان نے نصف صدی سے بھی کم میں ہماری مکمل تباہی کی جو خبر دی تھی‘ اسے ہم اپنے ہی کرتوتوں کے باعث آدھوں آدھ تو درست ثابت کر ہی چکے ہیں کہ پہلی چوتھائی صدی کے ختم ہونے سے پہلے آدھا ملک ہاتھ سے دے بیٹھے‘ باقی آدھی بات بھی پوری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جا رہی۔ ہم اس پر تلے بیٹھے ہیں۔ ہم نے یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ شخص ہمارا مزاج خوب سمجھتا تھا‘ ہم ایک آزاد وطن سے محبت کے سزاوار نہ نکلے اور ہمارے ذہنوں نے ذاتی مفادات سے پرے دیکھنے سے اب آ کر بالکل ہی انکار کر دیا ہے۔ ایک پہلو اس کی نظر سے البتہ اوجھل تھا کیونکہ اس کی سوچ جامد مذہبیت تک محدود تھی کہ ہم اپنے دین سے بھی غداری کے مرتکب ہوں گے جسے ان سب کمزوریوں کا مداوا بنایا جا سکتا تھا اور بنانے کا پروگرام بھی تھا جو صدیوں کی طوائف الملوکی اور پھر طویل غلامی نے اس قوم میں پیدا کر دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارا مرض اب اتنا سادہ نہیں رہا کہ ایک ایک علامت کا الگ الگ علاج کئے شفایابی کی امید رکھی جا سکے‘ اس کی جڑ تک پہنچنا ہو گا اور اس تک پہنچنے‘ پھر اسے اکھاڑ پھینکنے کے لئے وقت بھی ہمارے پاس اب زیادہ نہیں رہا۔ ہمارے ملک کی عمر کی پہلی نصف صدی شمسی حساب سے بھی تین سال بعد پوری ہو جائے گی اور انہی تین برسوں میں ہمیں سب کالی زبانوں کی پھیلائی ہوئی نحوست کو دفع دور کرنا ہے۔ حکیم صاحب طبیب ہیں‘ انہوں نے بھی اپنے نسخے میں تو یہی لکھا ہے کہ قرآن حکیم ہماری طاقت ہے اور سنت رسولؐ ہماری توانائی ہے لیکن قوت و توانائی بخشنے والی غذا اور طاقت کے لئے ٹانک بھی تو اسی وقت اثر دکھاتے ہیں جب مرض کی جڑ کٹ چکی ہو۔ یہ قوم جس مرض میں مبتلا ہو چکی ہے وہ دوا دارو سے ٹلنے والا نہیں‘ جراحت کا متقاضی ہے اور اسی جراحت کا نام اسلامی انقلاب ہے جسے برپا کرنے کی اپنی سی تیاری ہم کر رہے ہیں۔ قوم کے ہر ہمدرد کے لئے صلائے عام ہے کہ آئے اور ہمارا ساتھ دے یا تشخیص سے اتفاق ہے لیکن حوصلے ہیں زیاد تو ہمیں ساتھ ہی لے لے!۔ ○○

قیمت ۶ روپے

ضلع دیر میں تین روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع

محمد فہیم

تحریک خلافت ضلع دیر کے زیر اہتمام ایک تین روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع مورخہ ۱۶ تا ۱۸ جون بمقام جندول مسجد صدبر منعقد ہوا۔ رفقاء اور معاونین تحریک خلافت تمرگرہ کے ساتھ دو تین مشاورتی نشستوں کے بعد اس اجتماع کیلئے ابتدائی تیاریاں شروع کی گئیں۔ چنانچہ ایک ہزار دعوت نامے چھپوائے گئے جن میں پروگرام کی تفصیلات اور اوقات درج تھے۔ یہ دعوت نامے رفقاء اور معاونین کے علاوہ ضلع دیر کے مختلف مقامات پر موجود احباب کو ارسال کئے گئے۔ پشاور میں ناظم حلقہ سرحد جناب میجر فتح محمد کے ساتھ دو ہفتے قبل رابطہ کیا گیا اور ان کو پروگرام کی تفصیل کے علاوہ چند دعوت نامے پشاور کے رفقاء کیلئے دئے گئے۔ اس اجتماع میں خطابات و دروس کی ذمہ داری زیادہ تر رفقاء پشاور نے سنبھالی۔ پشاور کے رفقاء کے علاوہ راقم کو بھی خطاب کا موقع ملا۔ پشاور کے رفقاء میجر فتح محمد صاحب کی زیر قیادت اس اجتماع میں شرکت کے لئے جمعرات ۱۵ جون کو نماز عصر سے پہلے پہنچ گئے تھے۔

جن موضوعات پر خطابات ہوئے ان میں دروس قرآن وحدیث کے علاوہ اقامت دین کا طریقہ کار سیرت النبیؐ کی روشنی میں' خلافت کیا کیوں اور کیسے' ثمرات خلافت' مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق' نظم جماعت کی اساس بیعت اور آداب نشست و برخاست کے علاوہ خطاب جمعہ میں "امت کیلئے سہ نکاتی لائحہ عمل" شامل تھے۔

دوسرے دن بعد از نماز مغرب سوال وجواب کی ایک بھرپور نشست ہوئی' جس میں شرکاء نے متعدد فکر انگیز اور بامعنی سوالات کئے۔ سوالات کے جوابات کی ذمہ داری ایک پینل نے نبھائی جو راقم' ملک وارث خان اور میجر فتح محمد صاحب پر مشتمل تھا۔ الحمدللہ جوابات سے سامعین کی مکمل تسلی و تشفی ہو گئی۔ سوالات زیادہ تر دینی جماعتوں کے درمیان عدم اتحاد وتعاون کی صورت حال' انتخابات اور ضلع دیر میں حال ہی میں اٹھائی گئی تحریک نفاذ شریعت سے متعلق تھے۔ سامعین کے سامنے اس ضمن میں تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں اقامت دین کی منزل احتجاجی سیاست ہی کے ذریعے سر کی جاسکتی ہے۔ تاہم احتجاجی سیاست اور راست اقدام سے پہلے ایک انقلابی جماعت کی اٹھان ان خطوط پر ناگزیر ہے' جس کی رہنمائی حضور نبی اکرمؐ کے اسوہ سے ملتی ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں تنظیم اسلامی کے سیرۃ النبی سے ماخوذ انقلابی جدوجہد کے "چھ نمبر" دوران خطابات سامعین کے سامنے رکھے گئے اور ان کی مزید وضاحت سوال وجواب کی نشست میں بھی کی گئی۔

شرکاء کے سوالوں کے جوابات کے ذیل میں یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے لائی گئی کہ اقامت دین یا انقلاب اسلامی کیلئے واحد موزوں طریقہ احتجاجی سیاست ہی ہے بشرطیکہ یہ ایک ایسی انقلابی جماعت کے ہاتھوں ہو جو تربیت کے ان تمام مراحل سے گذر چکی ہو جن کی طرف اشارہ اوپر کیا جاچکا ہے۔ اس سلسلہ میں انتخابی سیاست کے علاوہ مروجہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے تبدیلی کے امکانات کا جائزہ بھی لیا گیا اور یہ بات واضح کی گئی کہ محض دعوت و تبلیغ سے انقلاب برپا ہونے کی کوئی مثال پوری دنیا کے انقلابات کی تاریخ سے پیش نہیں کی جاسکتی۔

اجتماع میں شرکت کیلئے ضلع کے مقامی اور غیر مقامی تمام رفقاء اور معاونین کے علاوہ بہت سے احباب کو دعوت نامے بھیج دئے گئے تھے۔ تاہم حاضری توقع سے کم رہی لیکن پھر بھی صورت حال کسی بھی درجے میں مایوس کن نہیں تھی۔ کیوں کہ مقامی رفقاء اور معاونین نے' جن کا تعلق زیادہ تر کامیٹ گاؤں سے ہے' بھرپور شرکت کی۔ دیر سے رفیق تنظیم اسلامی جناب سعید اللہ خان کی معیت میں ۸ افراد نے شرکت کی' جن میں دو احباب بھی شامل تھے۔ تمرگرہ سے ۸ افراد نے بشمول ۲ احباب شرکت کی۔ اجتماع کی تمام نشستوں میں اوسط حاضری ۶۰ سے ۸۰ تک رہی۔ صوفی محمد صاحب کی تحریک نفاذ شریعت سے متعلق چند مقامی حضرات بھی شریک رہے' جنہوں نے پروگرام کو بہت پسند کیا اور ایک صاحب نے بحیثیت معاون فارم بھی پر کیا۔

پشاور سے جن رفقاء نے مختلف موضوعات پر اظہار خیال کیا ان میں معاون تحریک جناب مولانا حضرت گل صاحب (صوابی مردان)' جناب ملک وارث خان صاحب ناظم تحریک سرحد' جناب میجر فتح محمد صاحب ناظم حلقہ سرحد' انجنیئر گوہر علی شاہ صاحب اور جناب خورشید انجم صاحب شامل ہیں۔

اس اجتماع کیلئے تمام انتظامات بشمول قیام وطعام ہمارے نہایت ہی باصلاحیت رفیق جناب سید عبدالودود شاہ صاحب نے اپنے رفقاء کی ٹیم کے تعاون سے نہایت احسن طریقہ سے انجام دیئے' اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ جناب سید صاحب ہی کی کاوشوں سے مقامی طور پر تنظیم اور تحریک کافی حد تک متعارف ہو چکی ہیں۔

اجتماع کے دوران میجر فتح محمد صاحب کی زیر نگرانی تحریک خلافت کے چند ایک مقامی حلقے وجود میں لائے گئے' جن میں کامیٹ' منڈا اور تمرگرہ کے حلقے شامل ہیں۔ دیر سے رفیق تنظیم سعید اللہ خان کے مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اس نوعیت کا اگلا اجتماع قصبہ دیر میں جولائی کے وسط میں منعقد کیا جائے گا---- اس کی تفصیلات بعد میں طے کی جائیں گی۔

یہ اجتماع ۱۸ جون بروز ہفتہ بعد از نماز فجر مولانا حضرت گل صاحب کے درس قرآن اور اجتماعی دعا کے ساتھ بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔ میجر فتح محمد صاحب اور وارث خان صاحب رفقاء دیر کے ساتھ تنظیمی امور کے سلسلہ میں دیر روانہ ہو گئے اور بقیہ شرکاء اپنی اپنی منزلوں کی طرف عازم سفر ہوئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تھوڑی سی حرکت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور رفقاء اور معاونین تحریک کو ایک نئے عزم اور حوصلہ کے ساتھ اقامت دین کی جدوجہد کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔ ○○

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۳ شمارہ ۲۷

۱۸/ جولائی ۱۹۹۴ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تحریکِ خلافت پاکستان
۴ اے مزنگ روڈ۔ لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: -/۶ روپے
سالانہ زرتعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۵ روپے

زرتعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۲ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۱۰ 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۶ 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۲۰ 〃 〃

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

دعا کو اثر کے ساتھ دشمنی ہے یا پھر ہمارے لچھن ہی ایسے ہیں کہ کاتب تقدیر کو اپنا لکھا مٹانے کا کوئی بہانہ ہاتھ نہیں آتا۔ اب سال بھر سے اوپر ہونے کو آتا ہے کہ اہل پاکستان سانس روکے وہ سنسنی خیز ناٹک دیکھتے چلے جانے پر مجبور ہیں جو وطن کی سیاست میں رچایا جا رہا ہے اور آزادی صحافت نے جس کی ڈرامائیت میں اضافے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کاش کسی کو یہ احساس عام کرنے کی توفیق ہوتی کہ یہ کھیل قوم کے مستقبل پر پردہ گرا بھی سکتا ہے۔

صورت حال کی سنگینی میں تازہ ترین اضافہ روایتی مذہبی عناصر کا مطلع سیاست پر اسی انداز خاص میں نمودار ہونا ہے جو جانا پہچانا لگتا ہے۔ ملکی سیاست پر جب بھی نزع کا عالم طاری ہوا' یہ حضرات قوم کے بالیں پر شور قیامت برپا کرتے پائے گئے اور تجہیز و تکفین کے لئے تو ظاہر ہے کہ ان کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔ بے نظیر حکومت کی نالائقی اور اس کے ایک وزیر بے تدبیر کے پھوہڑپن نے ان کے ہاتھ میں ہتھیار بھی وہ دیا ہے جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہیں۔ "ناموس رسالت" پر تو وہ لوگ بھی جانیں نچھاور کر دیں گے جن کی سنت رسول ﷺ سے دوری کی بھی صاحب سلامت نہیں۔ توہین رسالت پر دارو گیر ختم ہوئی ہے نہ ختم کی جا سکتی ہے اور پاکستان کی کسی اسمبلی کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ تعزیر نرم ہی کر سکے جو اس جرم کے لئے قانون میں رکھی جا چکی ہے لیکن جو ہنگامہ کھڑا ہو گیا ہے اسے فرو کرنا اب آسان نہیں۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا یعنی میاں نواز شریف صاحب کی گویا لاٹری نکل آئی۔ حکومت نے سیاست کے کھیل کے بارہویں کھلاڑی کو میدان میں اترنے کا بہانہ مہیا کر دیا ہے جو اکیلا ہی "اپوزیشن الیون" کی جملہ کمزوریوں کو "کور" دینے کے لئے کافی ہو گا۔ بوتل کے جن کو باہر نکالنے کے لئے ڈھکنا ہی کھولنا پڑتا ہے' پھر سے بند کرنا کم از کم اس حکومت کے لئے ہرگز ممکن نہیں جس کی سربراہ بھی "مولوی ملاؤں" کے سینوں پر مونگ دلتی ایک عورت ہے۔

مذہب کے نام پر سیاست کرنے والوں نے اب تک اسلام کے لئے تو کچھ حاصل کر کے نہیں دکھایا البتہ حکمرانوں کی ٹانگ کھینچ کر ایوان اقتدار سے باہر لا پھینکنے کا نہیں بڑا وسیع تجربہ ہے۔ اس "بزکشی" میں دین و مذہب کے حصے میں رسوائی البتہ آتی ہے جو بدقسمتی سے شاید ہمارا مقدر ہو چکی ہے۔ ہمارا "روشن خیال" طبقہ دین' شعائر دینی اور اہل دین سے پہلے ہی بیزار ہے' اب اور بھی بدک جائے گا اور یہ کوئی راز نہیں کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف ہی نہیں بلکہ وہ سب گروہ جن کے ہاتھوں میں ملک و قوم کی زمام کار ہے' تقریباً سارے کے سارے اسی روشن خیال طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں مغرب نے اپنے مخصوص ذہنی سانچے میں ڈھال کر کم سے کم "مذہب" کے معاملے میں بڑی ہی وسعت رکھنے والی "رواداری" کا عادی بنا دیا ہے----اور نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ اصل دین کی قبولیت کے لئے ذہنی آمادگی پیدا کرنا اس اسلامی ملک میں پہلے سے کہیں زیادہ مشکل ہو جائے گا۔

☆ ☆ ☆

محمد صلاح الدین صاحب' آپ بھی!

ہفت روزہ تکبیر کے مدیر شہیر جناب محمد صلاح الدین کی اسلام پسندی تو ضرب المثل ہے ہی' انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے روزنامہ "جنگ" میں سلسلہ وار شائع ہونے والے بعض کالموں سے "پاسباں مل گئے کعبے سے صنم خانے کو" کے زیر عنوان اپنی تحریر میں جو مفہوم برآمد کر کے دکھایا وہ ان کی صحافیانہ چابک دستی کا بھی شاہکار ہے۔ نام تو انہوں نے نہیں لیا لیکن جنگ کراچی' پھر نوائے وقت کے تمام ایڈیشنوں اور خود ان کے اپنے پرچے میں اس مضمون کو پڑھنے والے کسی باخبر شخص کو اس امر میں ذرا بھی شبہ پیدا نہ ہوا کہ ان کے ناوک کا صید ڈاکٹر اسرار احمد کی ذات تھی۔ ہم نے اس طرح کی بعض تحریروں کا جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن محمد صلاح الدین صاحب کو صرف اتنا مشورہ دیں گے کہ فرصت ملے تو اپنی طرف سے بنا کر بات کسی کے منہ میں ڈالنے کی اس حرکت کا اخلاق کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ ضرور لیں۔ پھر صاحب تکبیر نے اپنے شمارہ نمبر ۲۴ (۹ جون) میں ان باتوں کو الطاف حسین صاحب کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد کے "انکشافات" کا نام دے کر پیش کیا جن کا ذکر انہوں نے ایک خطبہ جمعہ میں ایسی افواہوں کے ضمن میں کیا تھا جن پر لوگ وثوق کا اظہار کرتے ہیں۔ لطف یہ کہ تکبیر نے حوالہ ماہنامہ "میثاق" کا ہی دیا ہے جہاں پریس ریلیز کے متعلقہ حصے کا آغاز ان الفاظ سے ہوا تھا کہ "افواہ یہ بھی گرم ہے اور بہت وثوق سے بتایا جاتا ہے کہ ......"۔ اس انداز میں کہی ہوئی بات کو کہنے والے کے اپنے انکشاف کے طور پر پیش کرنا مادر پدر آزاد صحافت کی فقہ میں جائز ہو تو ہو اسلام کے ضابطہ اخلاق میں ہرگز روا نہیں۔ "تکبیر" کی چونکا دینے والی رپورٹوں کا تانا بانا کیا ایسے ہی "انکشافات" سے تیار کیا جاتا ہے؟۔

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیت نمبر ۱۹۴-۱۹۵)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرمت والا مہینہ بدلہ ہے حرمت والے مہینے کا اور دوسری تمام محترم چیزوں کا بھی قصاص ہے۔ تو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیںO

(کہ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ و جدال جرم عظیم سے کم نہیں لیکن اگر کفار تمہارے معاملے میں ان کی حرمت کا لحاظ نہیں کرتے اور لڑائی چھیڑ کر تمہیں ان محترم مہینوں کی حرمت سے محروم کرتے ہیں تو تمہیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ بدلے میں تم بھی ان کو اشہر حرام کی حرمت سے محروم کردو۔ جس طرح وہ شخص جو دوسرے کی جان کا احترام نہ کرتے ہوئے اسے جان سے مار ڈالتا ہے اس لائق ہے کہ بدلے میں اسے بھی حرمت جان کے حق سے محروم کرکے قتل کردیا جائے' اسی طرح وہ لوگ کہ جو حرمت والے مہینوں میں قتل و غارت گری کرکے دوسروں کو ان مہینوں کی حرمت سے محروم کرتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انہیں بھی ان مہینوں کے امن و احترام کے حقوق سے محروم کردیا جائے---- اور یہ برابری کا معاملہ تمام محترم چیزوں کے معاملے میں ہوگا۔ جس محترم چیز کے معاملے میں بھی وہ تم پر زیادتی کریں گے تمہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ اسی طرح کی زیادتی تم بھی ان پر کرو۔ ہاں حدود تقویٰ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کسی محترم چیز کی حرمت کو پامال کرنے میں تمہاری طرف سے پیش قدمی اور پہل نہیں ہونی چاہئے' اور اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس کی حدود توڑنے سے گریز کرتے اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'

(کہ کفار کے ساتھ جہاد و قتال کا جو سلسلہ اب شروع ہوا ہے یہ جان اور مال دونوں کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے' لہٰذا تن اور من کے ساتھ ساتھ دھن بھی اللہ کی راہ میں نچھاور کردو۔ جان و مال کی قربانی سے جی چرانا دراصل اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ وہ لوگ کہ جو اپنے مال سینت سینت کر اور بچا بچا کر رکھتے ہیں وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ وہ اپنے ساتھ کوئی بھلائی کر رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت کے جہنم میں جھونک رہے ہیں!)

اور احسان کی روش اختیار کرو' اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہےO

(بلکہ صحیح روش یہ ہے کہ خوشدلی اور فیاضی کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو کہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو نیکی کے کام حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔)

داعیٔ تحریک کے تیسرے خطبۂ خلافت کی دوسری قسط

شمشیرِ فاروقی کے استعمال کے لئے ایک نیا بندوبستِ اراضی درکار ہے

مرتبہ : نثار احمد ملک

جاگیرداری اور نظام خلافت

فقہ نے غیر حاضر زمینداری کو جواز دورِ ملوکیت میں دیا تھا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی شناعت کو ایک تمثیل سے واضح کیا ہے۔ سمجھانے کا یہ انداز خود قرآن کریم نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ سورۂ حجرات میں غیبت کی شناعت کو واضح کرنے کے لئے اس کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس طرح سود کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الربو سبعون حوبا" کہ سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا "ایسرها ان ینکح الرجل امه" یعنی ان ستر حصوں میں سے سب سے چھوٹا اس کے مساوی ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ اب اس حدیث کی روشنی میں سود کے گناہ کی نسبت وتناسب کا حساب لگایا جا سکتا ہے۔ صرف زنا نہیں بلکہ ماں سے زنا اور یہ بھی ستر حصوں میں سے سب سے چھوٹا ہے۔

سود کے بارے میں پوری دنیا میں ایک مغالطہ پیدا کر دیا گیا ہے کہ ربو تو صرف "Usury" ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے سے ذاتی استعمال کے لئے جو پیسے لے لیتا ہے اور اس پر کچھ اضافی پیسے بھی اصل قرض کے ساتھ واپس کرتا ہے' یہ ربو ہے۔ حالانکہ "کمرشل انٹرسٹ" اور "بینک انٹرسٹ" بھی ربو ہے۔ یہ سعادت بھی اس خطہ ارضی کے حصے میں آئی ہے کہ یہاں کی وفاقی شرعی عدالت نے اپنے مبسوط اور مدلل فیصلہ میں "کمرشل انٹرسٹ" اور "بینک انٹرسٹ" کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ ہمارے ہاں کے بڑے بڑے "چغادری" دانشوروں نے عدالت میں جا کر دلائل دیئے ہیں کہ "بینک انٹرسٹ" ربو نہیں ہے۔ ان دانشوروں میں کراچی سے خالد ایم اسحاق صاحب اور لاہور سے ایس ایم ظفر صاحب بھی شامل ہیں۔ ان سب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا لیکن دلائل میں مار کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کو اجر عطا فرمائے۔ عہد حاضر میں "بینک انٹرسٹ" کو حرام قرار دینا کوئی معمولی سی بات نہیں ہے۔

اب میں اس سے بھی زیادہ (Sensetive issue" کی طرف آ رہا ہوں۔ وہ اہم مسئلہ زمین کا ہے۔ میں نے اپنے خطبہ کے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن تین چیزوں کو نکال کر کسی بھی نظام معیشت کو اسلامی نظام معیشت میں ڈھالا جا سکتا ہے' ان میں سے ایک جاگیرداری اور "Absentee Land Lordism" بھی شامل ہے۔ اس بات کو آپ یوں سمجھئے کہ زمین آپ کی ہے' آپ محنت کریں' "چشم ما روشن دل ماشاد"۔ خوب محنت کریں اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں۔ لیکن اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ زمین کسی اور کی ہو اور محنت کوئی دوسرا کرے۔ دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ زمین بھی جمع کریں اور محنت بھی' جیسے شراکت ہے۔ آپ "Colective Farming" کر سکتے ہیں۔ گویا آپ نے وسائل اور محنت جمع کر دی ہے۔ لیکن یہ سارا معاملہ رضاکارانہ طور پر' فریقین کی آزاد مرضی سے ہونا چاہئے۔ اس میں کسی قسم کے جبر کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔

ایک تیسری صورت بھی ہے جو زیادہ پیچیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمین میری ہے لیکن کاشت کوئی اور کرے۔ اس ضمن میں جو بات میں کہنا چاہتا ہوں' اس کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک اصول سمجھ لینا چاہئے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ جب تک یہ منطق سمجھ میں نہیں آئے گی بات گرفت میں نہیں آئے گی۔ زمین کے معاملے میں مضاربت کا اصول نہیں چل سکتا۔ مضاربت کے معاملے میں محض سرمائے کی بنیاد پر نفع حاصل کرنے کو "Compensate" کیا تھا۔ وہ تلافی اس طرح کی جاتی ہے کہ نقصان سارا سرمایہ دار کو برداشت کرنا ہو گا۔ لیکن یہاں سرمایہ زمین ہے' زمین کا کیا بگڑے گا؟ زمین تو جوں کی توں موجود رہے گی جبکہ سرمایہ پورے کا پورا یا آدھا ڈوب سکتا ہے۔ زمین کے معاملے میں تو صرف کارکن کی محنت ڈوبتی ہے لہٰذا مضاربت کا معاملہ زمین میں نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کا امکان ہوتا تو مزارعت جائز ہوتی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مزارعت جائز ہے یا ناجائز؟ مزارعت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ' دونوں کے نزدیک حرام مطلق ہے۔ یہ بات میں واضح کردوں گا کہ یہ حلال کیسے اور کیوں ہوئی؟ فقہ حنفی میں اس کی حلت کا فتویٰ صاحبین نے دیا ہے یعنی قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے۔ لیکن ہمارے دو چوٹی کے ائمہ اس کے حرام مطلق ہونے کے قائل ہیں۔ ان دونوں ائمہ کی اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ ہمارے فقہی مکاتب فکر میں جو اصحاب الرائے کہلاتے ہیں' ان کے سرخیل امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اسی طرح جو اصحاب حدیث ہیں ان کے سرخیل امام مالکؒ ہیں۔ گویا دونوں مکاتب فکر کے Top most ائمہ مزارعت کو حرام مطلق سمجھتے ہیں۔ حرام ہونے کی دلیل میں آپ کو دے چکا ہوں کہ مزارعت کے ضمن میں مضاربت والا معاملہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے میں پورے جزم کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مزارعت حرام ہے' جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ شرائط عائد کرتے ہوئے مزارعت

کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں کی مزارعت ان شرائط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ کچھ عرصہ قبل راقم کی قاضی عبد الکریم صاحب جو کہ کلاچی کے بہت بڑے عالم دین اور قاضی عبد اللطیف صاحب کے بڑے بھائی ہیں' سے اس موضوع پر خط و کتابت بھی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مروجہ مزارعت کو کون حلال کہتا ہے؟ قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ بھی اس کو حلال نہیں کہتے بلکہ بڑی کڑی شرائط عائد کرتے ہیں۔ یہ معاملہ Absentee Land Lordism کا ہے۔ اپنی زمین خود کاشت کرو اگر معاملہ اس کے برعکس کر رہے ہو تو تم نے سودی معاملہ کیا ہے۔

اب ہم جاگیرداری کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے ہاں جو جاگیرداری کی مصیبت ہے' اسے شمشیر فاروقی سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ وہ جو اقبال نے کہا ہے کہ ؎

خوش تراں باشد مسلمانش کنی
کشتن شمشیر قرآنش کنی

جاگیرداری کے خلاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بہت بڑا اجتہاد تھا جو اجماع کی شکل اختیار کر گیا۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں کی مذہبی سیاسی جماعتوں نے اسلام کا نعرہ تو لگایا لیکن ان مسائل کو چھیڑا ہی نہیں ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں نفاذ اسلام کا صرف یہ تصور ہے کہ کوڑے لگیں گے اور ہاتھ کٹیں گے!! ظاہر ہے کہ وہ تو اس اسلام سے بھاگیں گے۔ اسلامی نظام کی برکات کو زیر بحث ہی نہیں لایا گیا۔ یہاں تک کہ ہمارے ہاں کی دو اہم مذہبی سیاسی جماعتوں نے اپنے انتخابی منشور میں "تحدید ملکیت زمین" کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ یعنی اس شرح سے زیادہ زمین کسی کے پاس نہیں رہنے دیں گے! فرض کریں کہ وہ شرح پچیس ایکڑ ہے۔ اور اگر کسی کے پاس پانچ سو ایکڑ زمین ہے' اب آپ اس سے پونے پانچ سو ایکڑ کس دلیل کی بنیاد پر لیں گے؟ آپ کے اس ملک کی شریعت بینچ آف سپریم کورٹ مفصل فیصلہ دے چکی ہے کہ کسی کی ملکیت میں سے آپ کوئی شے جبراً نہیں لے سکتے' اگر کسی قومی ضرورت اور تقاضے کے تحت لینا ناگزیر ہو جائے تو معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ تو ایک انچ بھی نہیں لے سکتے' آخر کیسے لیں گے؟ کوئی شرعی دلیل ہونی چاہئے۔

ہمارے پاس دلیل موجود ہے۔ ہم نے اس موضوع پر بحث کا آغاز ایک عرصہ سے کر دیا ہے۔ اب یہ بات وسیع حلقے میں پھیل رہی ہے۔ ظاہر بات ہے قیل و قال' بحث و نزاع ہو گا تب ہی جا کر یہ مسئلہ نکھر کر سامنے آئے گا۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ جاگیرداری کی لعنت کو شمشیر فاروقی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جاگیرداری کے خلاف جو اجتہاد کیا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عراق' شام' ایران اور مصر فتح ہو گئے' اس وقت مجاہدین کی تعداد چند ہزار تھی۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد لاکھوں میں نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تمام زمینیں اور علاقے جو ہم نے فتح کئے ہیں مال غنیمت ہے۔ مال غنیمت میں بیت المال کا صرف پانچواں حصہ ہوتا ہے۔ باقی چار حصے جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین کے ہوتے ہیں۔ مجاہدین کا مطالبہ سامنے آیا کہ یہ ساری زمین اور اس کے کاشت کار ہم میں تقسیم کر دیجئے۔ یہ ہمارے ذاتی غلام اور زمینیں ہماری جاگیریں ہوں گی۔ اس کے لئے حضرت بلالؓ اور ان کے کچھ ساتھی کھڑے ہوئے۔ یہ مطالبہ بڑے زور و شور سے سامنے آیا۔ عشرہ مبشرہ میں سے بھی حضرت زبیر بن العوام اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہیاں بھی موجود ہیں کہ "الحق ینطق علی لسان عمر" کہ حق عمر کی زبان پر بولتا ہے۔ آپؐ نے مزید فرمایا تھا کہ "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" یعنی میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ اس نازک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت نے صحابہ کی اس رائے کو ناپسند کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر اس وقت مجاہدین کی رائے پر عمل ہو جاتا تو دنیا کا بدترین جاگیردارانہ نظام اس وقت قائم ہو جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں' ایسا نہیں ہو گا۔ ان کے مطالعہ قرآن کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ بھی ان کے اس اجتہاد سے لگایا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ حشر میں اموال "فے" کا حکم آیا ہے جو کل بیت المال میں جاتا ہے۔ گویا وہ مجاہدین میں تقسیم نہیں ہوتا۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک مال غنیمت کا اطلاق صرف ان اموال پر ہو گا جو عین محاذ جنگ پر ملتے ہیں۔ ان اموال میں جنگی آلات مثلاً تلواریں' نیزے' ڈھالیں اور اس کے علاوہ جو مال مویشی' بھیڑ بکریاں وہ کھانے کے لئے اپنے ساتھ لاتے تھے' بھی شامل ہیں۔ اسی طرح اونٹ اور گھوڑے جو سامان لادنے اور جنگ کے لئے لاتے تھے وہ بھی اموال غنیمت میں شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا اجتہاد تھا کہ زمینیں اموال غنیمت میں شامل نہیں ہیں بلکہ اموال فے میں شامل ہیں جو کل بیت المال کا حصہ ہیں۔ یہ اموال کسی کی انفرادی ملکیت نہیں ہو سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کے حق میں حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت عبد اللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ لیکن ان جلیل القدر صحابہ کی رائے کے باوجود اس سلسلہ پر بہت زیادہ رد و قدح ہوا۔ یہ کوئی چھوٹی بات تو تھی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے کے حق میں چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اس معاملے کو حل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک "لینڈ کمیشن" مقرر کیا۔ اس کمیشن کے ممبران میں کسی مہاجر کو شامل نہیں کیا گیا۔ مہاجرین کو شامل نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ زراعت سے ناواقف تھے۔ یہ حضرات مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے جبکہ وہاں تجارت اور کاروبار ذریعہ معاش تھا۔ اس لینڈ کمیشن کے ممبران میں پانچ انصاری خزرج میں سے اور پانچ انصاری اوس میں سے لئے گئے۔ اس کمیشن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور اس پر اجماع ہو گیا۔ اس اجتہاد کی رو سے اسلامی قانون میں زمین کی مستقل دو قسمیں تا قیام قیامت وجود میں آ چکی ہیں۔

زمین کی جن دو قسموں کا ذکر ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

زمین کی ایک قسم یہ ہے کہ جو لوگ بغیر جنگ و جدال کے ایمان لے آئیں' ان کے پاس جو زمین ہے وہ ان کی ملکیتی زمین شمار ہو گی۔ ملکیتی زمین سے عشر لیا جائے گا۔ یہ عشر اس صورت میں وصول کیا جائے گا کہ زمین قدرتی آبپاشی کے ذریعے سیراب کی جاتی ہو مثلاً بارش یا دریا کا پانی خود بخود آ رہا ہے اور آپ کی زمین کو سیراب کر رہا ہے۔ ایسی زمین سے عشر وصول کیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر ملکیتی زمین کو مصنوعی آبپاشی کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے مثلاً آپ نے نہر کا پانی لیا ہے تو آبیانہ دینا ہو گا' اگر ٹیوب ویل لگایا ہے تو آپ اس میں ڈیزل بھی خرچ کرتے ہیں' ایسی صورت میں نصف عشر ادا کرنا ہو گا۔ یہ ایک قسم کی زمین ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کی زمین جو بغیر لڑے بھڑے ایمان لے آئے ہوں۔ اس کی بھی سب سے

نمایاں مثال مدینہ کے لوگ ہیں۔ ظاہر ہے مدینہ کو نبی اکرمؐ نے فتح نہیں کیا تھا بلکہ وہ لوگ خود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے تھے۔

زمین کی دوسری قسم وہ ہے جسے خراجی زمین کہتے ہیں۔ یہ ان علاقوں اور ملکوں کی زمینیں ہیں جو بزور شمشیر فتح ہوئے ہیں۔ ایسی زمینیں مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہیں۔ گویا یہ اسلامی ریاست کی ملکیت ہیں۔ اس زمین میں کسی کا ایک انچ ملکیتی رقبہ نہیں ہے۔ جو لوگ بھی پہلے سے ان زمینوں پر قابض تھے وہ عیسائی ہوں' مجوسی ہوں' قبطی ہوں یا یہودی ہوں' وہ کاشت کار کی حیثیت سے ہوں گے اور خراج براہ راست بیت المال کو ادا کریں گے۔ اس کی شرح اسلامی ریاست اپنے اجتہاد سے مقرر کرے گی۔ مسلمانوں کا بیت المال نظام خلافت کا سب سے بڑا Source of Revenue ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ بالا اجتہاد کی روشنی میں مسلمانان پاکستان کے لئے زمینوں کا مسئلہ حل کرنا مشکل نہیں رہا۔ ہمارا یہ مسئلہ شریعت کی رو سے حل ہو سکتا ہے۔ اسلامی شریعت کی رو سے پاکستان میں کسی کی ایک انچ زمین بھی ملکیتی نہیں ہے۔ پاکستان کے تمام علاقے بزور شمشیر فتح ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کرتے ہوئے متنبہ کیا تھا کہ اس سے پہلے جس نے جو کھا لیا ہے وہ معاف لیکن اب باز آ جاؤ! یہی معاملہ اب زمینوں کے حوالے سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب کسی بھی دوسری دلیل سے اپنی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ آپ کی زمین خراجی ہے جو کسی کی ملکیت ہی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ شمشیر فاروقی جسے ہاتھ میں لے کر ایک نیا بندوبست اراضی کیا جا سکتا ہے' جس سے جاگیردارانہ نظام کی جڑ کٹ سکتی ہے۔

نئے بندوبست اراضی کے بعد جو لوگ پہلے سے زمین کاشت کر رہے ہیں وہ بعد میں بھی زمین کاشت کر سکتے ہیں۔ آخر وہ بھی مسلمان ہیں اور اس معاشرے کے افراد ہیں۔ اس ضمن میں یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ صحیح یونٹ کتنا ہونا چاہئے' جو پیداوار کے اعتبار سے اور انتظامی اعتبار سے بہتر ہو' وہ پھر سب کو دیا جائے۔ اب اس کاشت کار کے درمیان میں نہ کوئی جاگیردار رہے گا نہ زمیندار بلکہ خراج براہ راست بیت المال کو جائے گا۔ اس طرح بہت سے لعنتی قسم کے ٹیکسوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ آج جو انکم ٹیکس کے نام پر' ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اس نے ہر مسلمان تاجر کو نہ صرف جھوٹ بولنے پر بلکہ جھوٹا حلف اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں علماء کرام نے پاکستان کی زمینوں کی شرعی حیثیت کے حوالے سے بحث شروع کی ہے۔ بعض محترم شخصیات پاکستان کی زمینوں کو عشری قرار دے رہی ہیں۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے اور ان زمینوں کو عشری قرار دیا ہے۔ ان حضرات کے دلائل اپنی جگہ لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر بحث کا آغاز ہو جانا چاہئے۔ تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔

میں یہاں ایک حوالہ پچھلی صدی کے ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ کا دینا چاہتا ہوں۔ آپ محتاج تعارف نہیں ہیں' تفسیر مظہری کے مصنف اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے فقہ کے بنیادی مسائل پر ایک رسالہ "مالا بد منہ" کے نام سے لکھا ہے۔ اس رسالے میں آپ لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی ساری زمینیں خراجی ہیں لہٰذا میں عشر کے مسائل لکھتا ہی نہیں ہوں۔ یہ رسالہ ہمارے تمام مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

پاکستان کی زمینوں کے حوالے سے علمی سطح پر گفتگو ضرور ہونی چاہئے۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ اس ضمن میں بھی اصل ذمہ داری ان مذہبی سیاسی جماعتوں کی ہے جو اپنے منشور میں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم زمین کی ایک حد مقرر کر دیں گے۔ لیکن اس تحدید کے لئے ان کے پاس دلیل کونسی ہے؟ میں نے ضیاء الحق مرحوم کی مجلس شوریٰ میں یہ تجویز دی تھی کہ آپ ایک لینڈ کمیشن بنائیے۔ اس لینڈ کمیشن میں نہ صرف ملک کے جید علماء کو شامل کیا جائے بلکہ بندوبست اراضی کے ماہرین کی خدمات بھی لی جائیں۔ اس کمیشن کے ممبران میں ایسے علماء کو شامل کیا جائے جو اجتہادی بصیرت رکھتے ہوں اور قرآن و سنت کے اصل اہداف کو سامنے رکھ سکیں۔ اب اس کمیشن کو "Free hand" دیجئے تاکہ وہ یہاں کی زمینوں کی حیثیت متعین کر سکیں۔

اب میں تیسری چیز کی طرف آتا ہوں کہ جسے کسی بھی نظام معیشت سے نکال دینے سے اسے نظام خلافت کے معاشی ڈھانچے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ وہ تیسری چیز جوے کا خاتمہ ہے۔ قرآن حکیم نے جوے کے خاتمے کا معاملہ عجیب انداز میں لیا ہے۔ یہ بھی حکمت قرآنی کا ایک شاہکار ہے۔ آپ غور کریں کہ جوا ایک مالیاتی معاملہ ہے لیکن قرآن حکیم نے اسے سورۂ بقرہ میں بھی اور سورۂ مائدہ میں بھی خمر کے ساتھ بریکٹ کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں آتا ہے کہ "انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر فھل انتم منتھون" ان دونوں میں مشترک علت یہ ہے کہ جوے میں بھی آدمی محنت سے کترا کر داؤ کھیلتا ہے اور شراب کے نشے میں آ کر بھی محنت سے جی چراتا ہے۔ گویا زندگی کے تلخ حقائق سے گریز کرتا ہے۔

میں میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا
ورنہ سفر حیات کا بے حد طویل تھا

اب ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ وہ کیا وجوہات تھیں کہ جن کی بناء پر دور ملوکیت میں خرابیاں پیدا ہوئیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی چند چیزیں گنوائی تھیں کہ دور ملوکیت کے آغاز میں ہی اسلامی تاریخ بہت سے حادثات سے دوچار ہونا شروع ہو گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں واقعہ کربلا ہے' واقعہ حرہ ہے اور حضرت عبداللہ بن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حجاج بن یوسف کے ہاتھوں سینکڑوں تابعین کا شہید ہو جانا ہے۔ اس کے بعد حضرت محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ یہ تمام خرابیاں اور حادثات اپنی جگہ لیکن میرے نزدیک دور ملوکیت میں اصل خرابیاں مالیاتی تھیں۔ بنو امیہ کا دور' ملوکیت کا نقطہ آغاز تھا۔ ملوکیت نے گہری جڑیں تو دور بنو عباس میں پکڑی تھیں۔ لیکن ابتدا میں نہ کوئی شرک کا فتنہ تھا' نہ کوئی عقائد باطلہ ہی اسلام میں در آئے تھے' نہ معتزلہ پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی بدعات کا طوفان تھا۔ ایک طرف خرابی سیاسی اور دستوری سطح پر آئی تھی کہ خلافت شورائی نہیں رہی تھی' موروثی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف سب سے بڑی خرابی مالیاتی امور میں در آئی تھی۔ اس ضمن میں ایک بات یہ سمجھ لیجئے کہ جاگیرداری کی حیثیت ملوکیت کے لئے پاؤں کی ہے گویا سب جاگیردار ملوکیت کے پاؤں ہیں۔ لہٰذا دور ملوکیت میں پہلا کام یہ ہوا کہ بڑے بڑے رقبے دے کر لوگوں کو نوازنا شروع کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پہلے اور آخری صاحب اختیار مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کو جب جانشین بنایا گیا تو انہوں نے

اعلان کیا کہ لوگو! میں تمہیں اپنی بیعت اور نامزدگی سے آزاد کرتا ہوں۔ اس نامزدگی کی بنیاد پر میں خلیفہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوں' ہاں اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ ذمہ داری قبول کرلوں گا! ان کا یہ پہلا تجدیدی کارنامہ تھا۔ ان کا دوسرا تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ اس وقت تک جتنی بھی جاگیریں عطا ہوئی تھیں' ان سب کی دستاویزات منگوا کر قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ دور ملوکیت سے ہماری فقہ نے بھی اثر قبول کیا ہے۔ میں اس ضمن میں علامہ اقبال مرحوم کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں جو خطبہ الٰہ آباد کے مقام پر دیا تھا' جس میں انہوں نے پاکستان کے لفظ کے بغیر پاکستان کا تصور پیش کیا تھا' اس لئے آپ کو مصور پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں انہوں نے جو دوسری بات کہی تھی وہ بہت ہی اہم ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر ہم ایک ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے لئے یہ موقع پیدا ہو جائے گا کہ ہم اسلام کی اصل تعلیمات پر دور ملوکیت اور Arab imperialism کے دوران جو پردے پڑ گئے ہیں ان کو ہٹا کر صحیح اسلام کی صورت پوری دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یہ ہے علامہ اقبال کے تصور کا پاکستان' جس کی طرف ابھی ہمارا رخ ہی نہیں ہوا۔ ہم ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں۔ بہرحال علامہ اقبال کے الفاظ میں یہی دعا کرسکتے ہیں کہ ع

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اور یہ امید رکھنی چاہئے کہ ع

کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

دور ملوکیت کی بنیادی چیز جاگیرداری ہے۔ اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد تک کی جاگیریں ختم کردیں لیکن اس کے بعد تو جاگیروں کا ایک سیلاب آیا۔

میں نے ابھی کہا تھا کہ دور ملوکیت سے ہماری فقہ نے بھی اثر قبول کیا ہے۔ چنانچہ مزارعت کے جواز کا فتویٰ بھی دیا گیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ" کے نزدیک حرام مطلق ہے لیکن امام ابویوسف اور امام محمد رحمہا اللہ نے "نظریہ ضرورت" کے تحت بعض کڑی شرائط لگا کر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ بات اس سے پہلے بھی ہمارے سامنے آ چکی ہے کہ اس "نظریہ ضرورت" پر عہد حاضر میں بھی عمل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب مارشل لاء آجاتا ہے تو ہماری عدالت عظمیٰ کو اسے اسی "نظریہ ضرورت" کے تحت قبول کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے عدالت کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ وہ فوج کی حکومت کو ختم کردے۔ ایسی صورت میں عدالتیں زیادہ سے زیادہ کچھ شرائط عائد کرسکتی ہیں مثلاً یہ کہ نوے دن کے اندر انتخابات کرائے جائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ نوے دن گیارہ سالوں پر محیط ہو جائیں۔ اب عدالت کے پاس فوج کو پابند کرنے کی قوت نہیں ہے۔

دور ملوکیت نے جب اپنی جڑیں مضبوط کرلیں تو نظریہ ضرورت کے تحت بعض فیصلے کئے گئے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا' انہوں نے ماریں کھائیں' جیل میں گئے لیکن یہ عہدہ قبول نہیں کیا جبکہ ان کے جلیل القدر شاگرد قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ نے یہ عہدہ قبول کرلیا۔ یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ میں قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی نیت پر ہرگز حملہ نہیں کر رہا۔ بہرحال انہوں نے اپنی مصلحت' امت کی مصلحت یا حالات کا تقاضا سمجھ کر یہ عہدہ قبول کرلیا۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے طرز عمل میں بہرحال فرق واقع ہوگیا ہے۔ اب وہ چیف جسٹس ہیں لیکن جو "برائی" آ چکی ہے' اس کو کیسے دفع کریں! چنانچہ انہوں نے کہا کہ مزارعت اس صورت میں جائز ہے کہ ان شرائط کو پورا کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ بیج بھی زمیندار کا ہونا چاہئے' فلاں چیز بھی زمیندار کی ہونی چاہئے تاکہ اگر فصل تباہ ہو جائے تو کچھ نہ کچھ نقصان زمیندار کو بھی اٹھانا پڑے اور سارا تاوان بیچارے کاشت کار پر نہ آئے۔ دیکھئے ان حالات میں قاضی ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ یہی کچھ کرسکتے تھے! یہ بات پہلے بھی ہمارے سامنے آچکی ہے کہ ہمارے فقہاء نے "متغلب" کی اطاعت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اس وقت صورت تقریباً یہی پیدا ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے ملوکیت کا راستہ نہ ہی حضرت حسینؓ روک سکے تھے اور نہ ہی عبداللہ ابن زبیرؓ ہی روک سکے تھے۔

میرے نزدیک مزارعت زمین کا سود ہے۔ اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ موجود ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس حدیث کی تاویل بھی کی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو ایک کھیت میں کام کرتے دیکھا۔ آپؐ حیران ہوئے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ رضی اللہ عنہ تو مہاجر ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا کہ یہ کس کا کھیت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ زمین فلاں انصاری کی ہے' میں اس پر محنت کر رہا ہوں اور فصل ہمارے درمیان تقسیم ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قد اربیتما" کہ تم دونوں نے سودی معاملہ کیا ہے۔ آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا کہ "ردالارض الی اھلھا" یعنی زمین جس کی ہے اس شخص کو لوٹا دو' جو کچھ تم نے اب تک خرچ کیا ہے وہ وصول کرلو۔

میں نے ابھی کہا تھا کہ اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی گئی ہے۔ وہ تاویل یہ ہے کہ وہ خاص قسم کی مزارعت تھی۔ اس فصل کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ جو فصل نالیوں کے ساتھ ساتھ ہوگی وہ صاحب زمین کی ہوگی اور جو ذرا فاصلے پر ہوگی وہ کاشت کار کی ہوگی۔ اس تاویل سے اس کو خاص کرلیا گیا ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں کوئی خصوص نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں۔ بہرحال میں نے آپ کے سامنے اپنی رائے رکھ دی ہے۔ اس موضوع پر ہم نے مولانا محمد طاسین مدظلہ کی ایک کتاب "مروجہ نظام زمینداری اور اسلام" بھی شائع کی ہے۔ انہوں نے دلائل کے ساتھ بات کی ہے۔ ہم نے کتاب شائع کرنے سے پہلے اسے "حکمت قرآن" اور "میثاق" میں شائع کیا تھا۔ یہی میثاق اور حکمت قرآن کے شمارے بعض علماء کی خدمت میں پیش کئے۔ بہت سے علماء کی طرف سے شدید تنقید بھی کی گئی کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ غلط ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تنقید لکھیں تاکہ ہم شائع کریں لیکن تنقید کسی نے بھی نہیں لکھی۔ ○○ (جاری ہے)

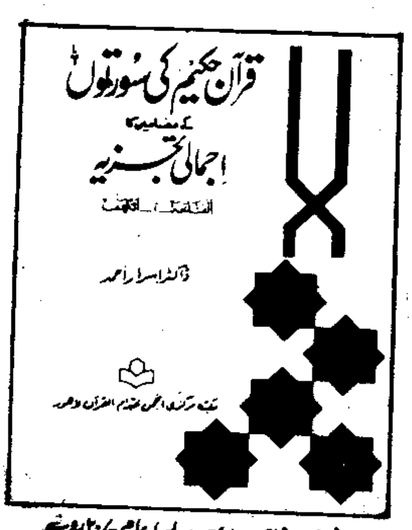

اشاعت خاص -/۴۰ روپے' عام -/۲۰ روپے

سندھ کی انتظامیہ کو فوج کی بیساکھی کا سہارا کب تک؟

نجیب صدیقی

یہ بھی تو نظامِ کہنہ کی سوغات ہے

عدل و انصاف میں کسی عصبیت کو حائل نہ ہونے دیا جائے

سندھ کی انتظامیہ فوج کی بیساکھی پر کب تک کھڑی رہے گی؟ اسے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے کچھ تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ سب سے پہلے دوہرے معیار کو ختم کرنا ہوگا۔ عدل کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ قانون کی حکمرانی اور اس کی بالادستی کے لئے بے لاگ فیصلے کرنے ہوں گے۔ ذہنی تفاوت فساد کی جڑ ہے' اسے کھرچ کر پھینکنا ہوگا۔ بے لاگ انصاف ہی سے انتظامیہ کا وقار بحال ہو سکتا ہے اور اسے اپنے پیر زمین پر مضبوطی سے جمانے کا موقع مل سکتا ہے۔

یہ باتیں تو ناگزیر ہیں۔ اس کے ساتھ حکمرانوں کو تو فراخدلی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ کرسی ایسی ہے جو تقاضہ کرتی ہے کہ اس پر بیٹھنے والا عمدہ صفات کا حامل ہو۔ اس کے نزدیک تمام لوگ یکساں سلوک کے مستحق ہوں۔ وہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرے۔ انصاف کے درمیان کسی قسم کی عصبیت کو حائل نہ ہونے دے۔ اپنے اور پرائے کا کوئی تصور موجود نہ ہو۔ ایسے لوگ تاریخ میں زندہ رہتے ہیں اور انہیں اچھے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

زمانہ بے لاگ مبصر ہے' کھوٹے اور کھرے کو پرکھنے میں اسے دیر نہیں لگتی۔ آج بھی وہ لوگ تاریخ میں روشن ہیں جنہوں نے عدل و انصاف کو اپنے دور میں قائم کیا۔ اس گئے گزرے دور میں جن جج صاحبان نے بے خوف و خطر فیصلے دیئے ہیں ان کے نام کے ساتھ ادب و احترام کا تصور خود ابھر کر سامنے آتا ہے۔ جس پیغمبر کے ہم ماننے والے ہیں' جن کا نام زبان پر آتے ہی درود جاری ہو جاتا ہے اور ہو جانا چاہئے' انہوں نے ایک فیصلے میں فرمایا تھا جب آپ سے سفارش کی گئی تھی کہ خدا کی قسم جس کے ہاتھ محمدؐ کی جان ہے اگر اس کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہ فرمان محض برکت کا فرمان نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے یہ اسوہ ہے۔ اس تصور سے ہٹ کر فیصلہ کرنا صریح بغاوت ہے۔ پھر جو کتاب ہماری ہدایت کے لئے اتری ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ عدل قائم کرو۔ حق کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ' قصاص لو' قصاص میں حیات ہے۔ یہ باتیں دو اور دو چار کی طرح بیان کی گئیں ہیں۔ اگر ہم ان پر عمل نہیں کرتے تو یہ بات واضح ہے کہ ہمارا ایمان اس کتاب پر نہیں۔ صرف زبان سے کہہ دینے سے تو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جو عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہیں ان پر دوگونہ ذمہ داری آگئی ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے دوسرے اس ملک کے شہریوں نے ان کو جو اختیارات تفویض کئے ہیں ان کے حوالے سے۔ اگر وہ عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے تو وہ عوام کے مجرم ہیں اور اس کے نافرمان ہیں۔

ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہم نے انگریزوں کے ورثہ میں ملے ہوئے قوانین کو سینے سے لگا رکھا ہے جبکہ یہ ملک اس لئے قائم ہوا تھا کہ اس میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کیا جائے گا۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اقتدار کی مسند پر صد فیصد مسلمان بیٹھے ہیں۔ آج سے نہیں نصف صدی سے بیٹھے ہیں مگر انہیں قوانین تبدیل کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ اقتدار تو آنے جانے والی چیز ہے۔ جو مقتدر اعلیٰ ہو کر بھی اللہ کی کتاب کو نافذ نہ کر سکے وہ دنیا سے محروم ہو کر گئے' تاریخ کی پیشانی پر داغ بن کر گئے اور اپنے اعمال کے بوجھ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے گئے۔

ہر ذی شعور کہہ رہا ہے کہ شہروں میں فوج کا مستقل قیام درست نہیں ہے۔ یہ سرحدوں کی حفاظت کے لئے بنائی گئی ہے۔ جب دو سال میں یہ اپنے مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکی تو کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ چھ ماہ میں حاصل کرے گی۔ جو لوگ فوج کے سہارے پر اپنے اقتدار کو طول دے رہے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ فوج کو ایک نہ ایک دن تو جانا ہے۔ عوامی حکومت کے لئے فوج کی بیساکھی خود باعث شرم ہے۔ عوامی حکومت تو عوام کے دلوں پر حکومت کرتی ہے۔ یہ کیسی عوامی حکومت ہے جو خود عوام سے خائف ہے اور اسی خوف کا نتیجہ ہے کہ فوج کی بیساکھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی حکومت جو اپنے عوام کو ساتھ لے کر نہ چل سکے اسے اخلاقی طور پر اقتدار سے الگ ہو جانا چاہئے مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں یہ ریت نہیں ہے۔ یہاں تو جو آکر بیٹھ گیا' وہ کبھی بھی خود سے جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اسے یا تو "تحریک" کا ریلا بہا کر لے جائے یا قدرت کو عوام پر ترس آ جائے اور وہ خود اسے راہ سے ہٹا دے۔

یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے وہ پرانا نظام جو غلامی کی علامت تھا' اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے۔ اس نظام کو تحفظ دینے کے لئے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا گٹھ جوڑ ہے' جو نظام حکومت پر قابض ہیں اور نظام معیشت پر بھی۔ عوام "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کے مصداق بے بس و لاچار ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں یہ شعور دیا جائے کہ وہ اس ملک کے سیاہ و سفید میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔ انہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ "نظام خلافت" ہی ان کے مسائل کا حل ہے۔ اسی نظام نے پہلے بھی انسانیت کے گلے کی زنجیریں کاٹی تھیں اور آج بھی طوق غلامی سے انہیں رہائی مل سکتی ہے۔

اس کے لئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے خلافت کے متبادل نظام کو متعارف کرانا ہوگا۔ اس نظام کی برکات کو واضح کرنا ہوگا۔ پھر ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی ضرورت ہوگی جو اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

اسرائیل کو آخری فتح سے یاسر عرفات نے ہی ہمکنار کیا

زبردست کون، اسرائیل یا امریکہ؟

یہودی ریاست امریکہ سے بھی احتیاط کے ساتھ معاملہ کرتی ہے

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

الخلیل میں مسجد ابراہیمی میں قتل عام کی خبر جونہی منظر عام پر آئی' امریکہ کے صدر نے فوراً اس کی مذمت کر دی تھی اور کہا تھا کہ اس حملے سے امن مذاکرات جاری رکھنے کی ضرورت مزید ابھر کر سامنے آئی ہے۔ چنانچہ امریکہ نے نئے سرے سے واشنگٹن میں امن مذاکرات کی بحالی کے لئے اپنے روابط تیز کر دیئے اور جب یاسر عرفات نے اپنا وفد بھیجنے میں پس و پیش سے کام لیا تو امریکی صدر نے صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہہ کر عرفات کی ہمنوائی کی کہ انہیں یاسر عرفات کی مشکلات کا احساس ہے لیکن پی۔ ایل۔ او کا مذاکرات سے انکار اسرائیلی انتہاپسندوں کے لئے تقویت کا باعث ہو گا۔

بعد ازاں طویل گفت و شنید کے نتیجے میں سلامتی کونسل نے بھی قتل عام کی مذمت کر دی اور فلسطینیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے بین الاقوامی فوج دستے بھیجنے کا مطالبہ کرتے ہوئے اسرائیل پر زور دیا کہ وہ اس دوران یروشلم سمیت تمام مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کی حفاظت کا بندوبست کرے۔ امریکہ اور سلامتی کونسل کے دوسرے تمام ارکان اس قرارداد پر متفق تھے کہ جس میں یروشلم کو مقبوضہ علاقہ قرار دیا گیا تھا۔ امریکہ نے ووٹنگ میں تو حصہ نہ لیا مگر اس کی طرف سے یروشلم کو مقبوضہ علاقہ قرار دیئے جانے کو ویٹو نہ کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ یروشلم کو مقبوضہ علاقہ سمجھتا ہے اور یہ بات واضح طور پر اسرائیل کے خلاف تھی۔

اس سے بھی آگے یاسر عرفات نے اے۔ بی۔ سی ٹیلی ویژن پر ٹڈ کوپل کو انٹرویو دیتے ہوئے یروشلم کو بین الاقوامی کنٹرول میں دیئے جانے سے اتفاق کیا۔

ادھر اسرائیلی کابینہ نے قتل عام پر فوری ردعمل کا اظہار کیا۔ رابن نے اسے "بیرونی سازش" کے تحت "انتہاپسند آباد کاروں" کی کارروائی پر محمول کیا۔ اس نے یہ تو نہ بتایا کہ کس کی سازش تھی البتہ اسرائیلی خبروں میں بتایا گیا کہ انتہاپسند گروہ "کاخ" اور "کاہان چے" بروکلین میں قائم ہیں۔ بعد میں ان دونوں تنظیموں کو کابینہ نے دہشت گرد تنظیمیں قرار دے دیا۔

اس سانحہ کی سیاسی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ان معاملات کو سمجھنا ضروری ہے۔

۱۔ اسرائیل کے بارے میں امریکی پالیسی
۲۔ میڈرڈ اور اوسلو کے خفیہ مذاکرات
۳۔ اوسلو کی ملاقاتوں کے نتیجے میں طے پانے والے امور
۴۔ الخلیل کے قتل عام کے اثرات

۱۔ امریکی پالیسی

وزمین (Weizman) اپنی کتاب Triel and Error میں کہتا ہے کہ صیہونی تحریک نے یورپ میں جنم لیا جبکہ امریکی یہودیوں کو صیہونیت کی طرف مائل کرنے کے لئے انہیں کئی طرح کے پاپڑ بیلنے پڑے۔ اصل میں تو فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام برطانیہ کا مرہون منت تھا لیکن جب جنگ عظیم دوم کے بعد برطانیہ یہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہا تو اس نے اسے اقوام متحدہ کے گلے میں ڈال دیا۔ اس سے قبل امریکہ ابھی اپنے خول سے باہر نہیں آیا تھا لیکن اسے خلیج کا تیل نظر آیا تو اس نے اس علاقے میں پاؤں پھیلانے کا فیصلہ کیا اور جب اسے یہ محسوس ہوا کہ اس خطے میں یہودیوں کی موجودگی آگے چل کر بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے تو اس نے اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا مگر اس کے باوجود یہودیوں کو امریکہ کی نسبت برطانیہ کے ساتھ زیادہ قربت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سی۔ آئی۔ اے کی پشت پناہی میں قائم ہونے والی مصری حکومت کے خلاف ۱۹۵۶ء میں اسرائیل نے برطانیہ اور فرانس ہی کے ساتھ مل کر اپنی کارروائی کا آغاز کیا تھا۔

بعد ازاں ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے پھر مصری حکومت پر چڑھائی کی اور صحرائے سینا' مغربی کنارے اور جولان کی بلندیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس میں اردن کی حمایت شامل تھی۔ سینا پر قبضہ میں اسرائیل کو امریکہ کی آشیرباد حاصل تھی لیکن ساتھ ہی امریکہ نے اسرائیلی کارروائی پر نظر رکھنے کے لئے اپنا بحری جہاز لبرٹی بھی وہاں بھیج دیا' جسے اسرائیل نے جان بوجھ کر ڈبو دیا۔

یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ دونوں کے مفادات میں شروع سے تصادم موجود تھا۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ نیل سے لے کر دریائے فرات تک یہودیوں کی سرزمین ہے لہٰذا یہاں اس کی حاکمیت ہونی چاہئے جبکہ امریکہ چاہتا ہے کہ دنیا میں باقی سب چھوٹے' اس کے زیر نگیں اور پست نگر ہو کر رہیں۔ اس مقصد کے لئے امریکہ کے پاس جو بہترین اور موثر ہتھیار ہے' اسے "Carror and Stick" کا نام دیا جاتا ہے جسے استعمال میں لا کر وہ سب کو اپنی اپنی حدود میں رکھنے میں کامیاب رہتا ہے۔

۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد امن مذاکرات میں جب

تک اسرائیل سینا سے نکلنے کی تاریخ پر راضی نہیں ہو گیا' امریکہ سادات کا طرف دار رہا۔ ۱۹۸۳ء میں امریکہ نے اسرائیل کو جنوبی لبنان میں محدود کارروائی کی اجازت دی۔ جب اسرائیل اس حد سے آگے بڑھا تو اسے گوریلا حملوں سے نقصان اٹھانا پڑا۔ ان حملوں میں ایران اور شام کے فوجی دستوں کا ہاتھ تھا۔ یہ دونوں حکومتیں امریکہ کے زیر اثر تھیں۔ گویا سارا کھیل محاذ آرائی کو محدود رکھنے کی امریکی پالیسی کا حصہ ہے جس سے امریکہ اسرائیل کی پالیسی کی بجائے اس کی سیاست کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا تذکرہ ایان لاسٹک (Ian Lastic) کے مضمون "اسرائیلی سیاست اور امریکی خارجہ پالیسی" میں موجود ہے جو فارن افیرز کے ۱۹۸۳ء کے سرما کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ مضمون نگار کا کہنا تھا کہ یہ مقصد کئی سالوں میں حاصل ہو گا۔ اسنے بعض ضروری باتوں کا مشورہ دیا تھا مثلاً :

۱) نئی بستیاں غیر قانونی قرار دی جائیں۔ چنانچہ آج بھی قانوناً امریکی امداد مقبوضہ علاقوں میں نئی بستیاں قائم کرنے پر خرچ نہیں کی جا سکتی۔

۲) مغربی کنارے میں فلسطینیوں کو امریکی پالیسی پر عمل در آمد میں سہولت مہیا کرنا' جس کا مظاہرہ ان دنوں ہو رہا ہے جبکہ پی۔ ایل۔ او کے سربراہ پوری طرح امریکی دائرہ اثر میں آ چکے ہیں۔

اس کے علاوہ اسرائیل کے اندر "کاخ" اور "امن پسند" تنظیموں کی بیک وقت حوصلہ افزائی سے بھی مطلوبہ نتائج حاصل کئے جا رہے ہیں۔ انتہا پسند گروہ الخلیل کے قتل عام جیسے واقعات کے ذریعے اسرائیل کی حکومت کو پریشانی سے دوچار کر سکتے ہیں تو "امن پسند" حلقے اسرائیلی پالیسیوں کے خلاف رائے عامہ کو ابھارتے ہیں۔ یہ کام امریکی یہودیوں کے توسط سے انجام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ بارہ ماہ کے دوران میں اسرائیلی حکومت نے کئی امریکی یہودیوں کو گرفتار کیا ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک تو جیل میں مر بھی گیا۔

فوجی امداد کا مقصد اسرائیل کو امریکہ کا دست نگر رکھنا ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ سے پہلے اسرائیل مختلف ذرائع سے فوجی اسلحہ اور ہتھیار حاصل کر رہا تھا جبکہ اب اس کا سارا انحصار امریکہ پر ہے۔ اسرائیل اس خطرے سے آگاہ ہے اس لئے وہ امریکہ کے ساتھ کوئی فوجی معاہدہ نہیں کرتا' نہ ہی اسرائیل کی سرزمین پر امریکی فوجیوں کو آنے دیتا ہے۔ خلیج کی جنگ کے دوران بھی اس نے بڑی مشکل سے پیٹریاٹ میزائل اور ان کے ساتھ امریکی فوجی اپنے ہاں آنے دیئے۔ ان کے بارے میں بعد میں اسرائیل کا کہنا تھا کہ سکڈ میزائل ہمارا اتنا نقصان نہ کرتے جتنا پیٹریاٹ میزائل کے آنے سے ہوا۔

۲۔ میڈرڈ اور اوسلو کے خفیہ مذاکرات

تمام فریقین کو میڈرڈ کانفرنس میں لا جمع کرنا امریکی پالیسی کی کامیابی کا شاندار مظہر تھا۔ خلیج کی جنگ اور سویت یونین کے اپنے اندرونی مسائل میں گم ہو جانے کا امریکہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اگلے مرحلے میں یہ مذاکرات واشنگٹن میں ہونے والے تھے کہ امریکہ اسرائیل تعلقات میں تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سی۔ آئی۔ اے کا الزام تھا کہ اسرائیل امریکی راز چین کو بیچ رہا ہے اور کوریا کے مسئلے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کر رہا ہے لہٰذا امریکہ نے اسے اس سے باز رہنے کو کہا' اور اس کی امداد میں چار سو ملین ڈالر کی کمی کر دی۔ ساتھ ہی جنوبی لبنان میں جلاوطن فلسطینیوں کی واپسی کے لئے اسرائیل پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

دسویں واشنگٹن مذاکرات کے بعد اور کرسٹوفر کے وہاں آنے سے تھوڑا پہلے اسرائیل نے جنوبی لبنان پر حملہ کر کے شام کے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ شام نے بہرحال اس پر کوئی کارروائی نہ کی جسے صدر کلنٹن نے سراہا۔ اس کے ساتھ ہی اوسلو میں اسرائیل' پی۔ ایل۔ او ملاقاتوں کی اطلاعات سامنے آئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملاقاتیں امریکہ کے منصوبے کے بغیر تھیں۔ اگست ۱۹۹۳ء میں اسرائیلی وزیر خارجہ امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ' وارن کرسٹوفر کو ان ملاقاتوں کی اطلاع دینے امریکہ گئے۔ ۳۱ / اگست ۱۹۹۳ء کے نیویارک ٹائمز کا کہنا تھا کہ اعلیٰ امریکی حکام ان خفیہ ملاقاتوں سے باخبر تھے لیکن انہوں نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ ۴ / ستمبر ۱۹۹۳ء کے "واشنگٹن پوسٹ" کے اداریہ میں کہا گیا تھا کہ ۶ / اگست ۱۹۹۳ء تک دونوں میں سے کسی نے بھی امریکہ کو ان ملاقاتوں کے بارے میں نہیں بتایا۔ گویا غزہ اور اریحا کے بارے میں اوسلو معاہدہ بالا بالا طے پا گیا جبکہ امریکہ عربوں اور اسرائیل کو ابھی اکٹھا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۲/ جنوری ۱۹۹۴ء کو "الوطن العربی" کو انٹرویو دیتے ہوئے رچرڈ مرفی کا کہنا تھا کہ "یہ معاہدہ آپ کا ہے' آپ ہی اسے جانیں' امریکہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔" امریکہ نے دراصل صرف منہ رکھنے کے لئے فریقین کو واشنگٹن میں آکر معاہدے پر دستخط کرنے کی دعوت دی گئی۔

عرفات جو قبل ازیں برطانیہ کا ایجنٹ تھا' اس دوران امریکی گھڑے کی مچھلی بن چکا تھا جس کے باعث اردن کے ساتھ اس کے تعلقات کشیدہ ہیں کیونکہ اردن کو مشرق وسطیٰ میں برطانیہ کے آلہ کار کی حیثیت حاصل ہے۔ بہرحال، امریکی "سفارت کاری" کے شاہکار کے طور پر قاہرہ میں جس معاہدے پر بعد میں دستخط ہوئے ہیں اس کی رو سے اوسلو میں جن علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کا انخلا طے پایا تھا وہاں اسرائیل کو دوبارہ اپنی فوجیں تعینات کرنے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ اریحا کی حدود میں کمی کی گئی ہے اور سرحد پار کرنے پر پی۔ ایل۔ او کا کنٹرول ختم کر دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمل در آمد سے پہلے ہی اوسلو معاہدہ اپنی موت آپ مر چکا تھا۔ دونوں جہاں سے چلے تھے وہیں واپس پہنچ گئے۔ اس کے لئے امریکہ کو جتنی محنت کرنا پڑی ہے اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ "قتل عام" کے بعد ہی ممکن ہوا۔ اگلا ہدف یروشلم کو بین الاقوامی حیثیت دلانا ہے جس کا اشارہ مغربی کنارے پر بین الاقوامی فوجی دستوں کی تعیناتی سے ملتا ہے۔ ۲۲ / مارچ ۱۹۹۴ء کو "نائٹ لائن" پر عرفات سے سوال کیا گیا کہ "کیا آپ یروشلم کو بین الاقوامی قرار دلانے کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں؟" جواب تھا "ہاں!" حالانکہ کسی مقدس مقام کا بین الاقوامی قرار دیا جانا حرام ہے۔ حیرت ہے کہ "حماس" اس کی تائید کیوں کر رہا ہے۔

بہرحال الخلیل کے قتل عام سے وہاں بین الاقوامی امن دستے بھیجنے کی راہ جس طرح ہموار ہوئی ہے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اسرائیل کبھی اس پر رضامند ہو گا۔ گویا امریکہ نے اپنے لئے کسی بھی جگہ مداخلت کا ایک نیا راستہ کھول لیا ہے۔ یکم مارچ ۱۹۹۴ء کے نیو یارک ٹائمز نے سابق اسرائیلی وزیر خارجہ' شیرون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اس سے یروشلم پر ہماری گرفت کمزور ہونے سے امن و امان کی صورتحال ابتر ہو گی اور دوسری جگہوں پر ہماری موجودگی متاثر ہو گی۔" اسی مضمون میں سابق وزیر اعظم' شمیر کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ "دنیا جانتی ہے کہ بین الاقوامی مبصرین کا مطلب کسی ملک کی

آزادی اور خود مختاری کا منہ چڑانے کے سوا کچھ نہیں۔" رابن نے اس پر یہ کہہ کر تبصرہ کیا "اسرائیل قیمت چکا رہا ہے۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیل پالیسی کی بجائے اپنی سیاست میں تبدیلی لا رہا ہے جس کا امریکہ کو کئی سالوں سے انتظار تھا۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ پورے طور پر امریکی شکنجے میں آجائے گا۔

لیکن کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس طرح یہ خطہ اور باقی دنیا امن و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے؟ یہ خواب اس وقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک ہر قوم کو یہ موقع میسر نہیں آتا کہ وہ اپنے نظریات، تہذیب اور امنگوں کے مطابق اپنے آپ کو دنیا میں پیش کر سکے اور اس کی سچائی کا لوہا دنیا سے منوا سکے۔ خصوصاً مسلمانوں کے لئے دنیا میں کہیں کوئی مقام نہیں، الا یہ کہ وہ کسی جگہ اسلام کا نظام خلافت برپا کر کے دنیا کو دکھا سکیں کہ نوع انسانی کی بھلائی صرف اس نظام میں ممکن ہے جو اللہ نے دیا ہے۔OO

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

پی ایل او۔ اسرائیل معاہدوں کی حقیقت

حمزہ موحد

یاسر عرفات کی طرف سے اسرائیل کے ساتھ امن مذاکرات میں پی ایل او کی نمائندگی کرنے والے فریق نبیل شعث حسب معمول تنظیم آزادی فلسطین کی قاہرہ میں واقع دو منزلہ دفاتر کی دوسری منزل پر نیلی وردی میں ملبوس درمیانی عمر کے چند غیر معمولی افراد کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ یہ گزشتہ مارچ ۹۴ء کی ایک منفرد جمعرات تھی کہ جس میں امریکی وزارت خارجہ اور دفاع سے تعلق رکھنے والے وفد پی ایل او کے دفاتر کے سرکاری دورے پر آئے تھے تاکہ وہ اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ واشنگٹن یاسر عرفات کے ماتحت فلسطینی پولیس کو کس قدر عسکری امداد فراہم کر سکتا ہے۔

عرب چائے اور کیلوں سے سجی میز پر ہونے والی گفتگو کے دوران امریکی وفود نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا کہ وہ "عرفاتی پولیس" کے سربراہ آمر جنرل عبد الرزاق یحییٰ کو ۲۰۰ فوجی گاڑیوں پر مشتمل کھیپ جو کہ چھوٹی پک اپ اور "بلیزر" برانڈ کی ۲.۵ ٹن کی جیپوں پر مشتمل ہو گی، حوالے کرے گا۔ ان جیپوں کو تنظیم آزادی غزہ کے علاقے میں اسرائیلی فوج کے ساتھ مشترکہ تعاون سے ہونے والی حفاظتی گشت میں استعمال کرے گی۔

رپورٹس کے مطابق امریکی وفد نے بات چیت میں شریک فلسطینیوں کو شدید تذبذب کا شکار پایا۔ فلسطینیوں کو بقول امریکی وفد اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ یہ لوگ مستقبل میں مقبوضہ عرب علاقے میں داخلے سے اس لئے خائف دکھائی دیتے ہیں کہ علاقے کے لوگ انہیں اپنا "نجات دہندہ" سمجھنے کے بجائے "خائن" تصور کرتے ہیں۔ اس مرحلے پر امریکی وفد نے گفتگو میں شریک پی ایل او کے نمائندگان کو یقین دلایا کہ اسرائیلی وزیر اعظم اضحاک رابین اس بات کی بھرپور کوشش اور پوزیشن میں ہیں کہ وہ یاسر عرفات کو ہر اسرائیلی ڈیمانڈ پوری کرنے پر مجبور کر سکے۔

روزنامہ "انڈی پنڈنٹ" نے اپنی ۱۰/اپریل ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں ان خفیہ معاہدات کی مکمل تفصیل شائع کی ہے جسے پڑھ کر فلسطینی عوام کے نام نہاد "نمائندوں" کی بے بسی پر بے اختیار رونا آجاتا ہے۔ ان خفیہ معاہدوں کے مطابق :

☆ فلسطینی پولیس فورس ۶۵۰۰ مسلح افراد پر مشتمل ہو گی۔ یہ فورس ۹۰۰۰ کلاشنکوف اور تقریباً ایک سو مشین گنوں سے مسلح ہو گی۔ اس پولیس فورس کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اپنے ساتھ ۳۰ سے ۳۵ ہزار افراد پر مشتمل اپنے اہل خانہ کو ساتھ لے کر غزہ اور اریحا کے علاقے میں داخل ہوں۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی قبضے کے بعد سے علاقے میں یہ لوگوں کی سب سے بڑی تعداد کی واپسی ہو گی۔

☆ غزہ کے شرقی مغربی علاقے میں By-pass سڑکوں کا ایک جال بچھایا جائے گا۔ ان راستوں کہ جن پر فلسطینی اور اسرائیلی مشترکہ گشت حفاظتی فرائض سر انجام دے گی، کو یہودی آباد کار اسرائیلی آمد و رفت کے لئے استعمال کریں۔ غزہ کے علاقے میں یہودی بستیوں کی حدود سے باہر قائم اسرائیلی فوجی چیک پوسٹیں اسی طرح قائم رہیں گی۔ جبکہ تنظیم آزادی غزہ کی پٹی کے باقی ۹۰ فیصد علاقے پر اپنا قبضہ قائم رکھے گی۔

☆ غزہ اور اریحا کے درمیان سڑک سے چار "محفوظ راستے" ایسے نکالے جائیں گے کہ جنہیں دونوں شہروں کے درمیان آمد و رفت جاری رکھنے کے خواہش مند تمام یہودی باآسانی استعمال کر سکیں۔ یہ فلسطینیوں کے لئے اسرائیلی ریاست اور مقبوضہ مغربی کنارے کے علاقے میں واقع راستوں کا آزادانہ استعمال خیال کیا جائے گا۔

☆ ایسے انتظامات عمل میں لائے جائیں گے کہ جن کے باعث ۸۰ ہزار سے زائد فلسطینیوں کی وطن واپسی کی راہ ہموار ہو سکے جو ۱۹۶۷ء کی عرب۔ اسرائیل جنگ کے دوران علاقے سے نکل گئے تھے۔ اس سلسلے میں واپسی کے خواہش مند ہر فلسطینی جلاوطن کی درخواست پر مصری، اردنی، فلسطینی اور اسرائیلی مشترکہ کمیٹی تحقیق کے بعد فیصلہ دے گی۔

☆ غزہ اور اریحا میں امن کے قیام کے لئے تنظیم آزادی کی امن فوج کے لئے ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک معاہدے کے ذریعے دونوں یعنی اسرائیلی فوج اور فلسطینی پولیس ایک دوسرے پر فائرنگ کرنے سے اجتناب کریں گی۔

☆ اسرائیلی اور فلسطینی پولیس عبوری مدت، جو کہ ایک ہفتے پر محیط ہو گی، کے اندر اندر علاقے میں اپنی مشترکہ صف آرائی مکمل کریں گے۔ اس مدت کے دوران تنظیم آزادی فلسطین اسرائیلی فوج سے چارج لے گی۔ سات یوم تک دونوں اطراف علاقے میں بغیر کسی عسکری خلاء کے مشترکہ طور پر فرائض سر انجام دیتی رہیں گی۔ جس روز یاسر عرفات "عبوری دور" کے معاہدے پر آخری بار دستخط کریں گے اسی روز سے چودہ دن کے اندر اندر تنظیم آزادی کی پولیس علاقے میں اپنی صف آرائی مکمل کرنے گی (یاد رہے یہ مضمون حالیہ معاہدہ قاہرہ سے پہلے لکھا گیا تھا اسی لئے اس میں عبوری دور کے معاہدے پر دستخط کی تاریخ مجہول ہے)۔

☆ اسرائیلی اور تنظیم آزادی پر مشتمل "مشترکہ

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

تحریکِ خلافت کی ضلعی کمیٹیوں کا اعلان

وارڈ کی سطح پر کمیٹیوں کی تشکیل کا کام جاری ہے

عبدالرزاق، سیکرٹری تحریک

تحریک خلافت پاکستان کے پہلے سالانہ کنونشن کے موقع پر تحریک کے ناظم اعلیٰ محترم جنرل انصاری صاحب نے آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل کے حوالے سے فرمایا تھا کہ ہم رابطہ عوام کو زیادہ موثر بنانے کے لئے ضلع اور وارڈ کی سطح پر خلافت کمیٹیاں تشکیل دیں گے۔ اس سلسلے میں ابتدائی طور پر ضلع کی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں۔ جن ڈویژنوں میں یہ کمیٹیاں بن چکی ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ لاہور ڈویژن

i) ضلعی خلافت کمیٹی لاہور

ناظم ____ محمد اشرف وصی
نائب ناظم ____ مبشر احمد
سیکرٹری ____ فیاض اختر میاں
سیکرٹری مالیات ____ احمد حسن شاہ
سیکرٹری نشرواشاعت ____ نوید احمد شیخ

ii) ضلعی خلافت کمیٹی قصور

ناظم ____ غلام اصغر صدیقی
نائب ناظم ____ محمد فاضل بھٹی
سیکرٹری ____ ڈاکٹر محمد ضیاء رشید
سیکرٹری مالیات ____ شیخ محمد اکرام
سیکرٹری نشرواشاعت ____ چوہدری نثار اح

iii) ضلعی خلافت کمیٹی اوکاڑہ

ناظم ____ عبدالرحمٰن
نائب ناظم ____ عبدالستار
سیکرٹری ____ شیخ محمد جمیل
سیکرٹری مالیات ____ محمد محسن لکھوی
سیکرٹری نشرواشاعت ____ محمد امین

iv) ضلعی خلافت کمیٹی ساہیوال

ناظم ____ عباس اکبر چشتی
نائب ناظم ____ مقصود احمد
سیکرٹری ____ محمد عارف
سیکرٹری مالیات ____ کنور غلام قادر
سیکرٹری نشرواشاعت ____ عبدالمجید

2۔ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

i) ضلعی خلافت کمیٹی گوجرانوالہ

ناظم ____ مرزا ندیم بیگ
نائب ناظم ____ پاشا ہارون برکی
سیکرٹری ____ محمد امین شاد
سیکرٹری مالیات ____ مرزا محمد یوسف
سیکرٹری نشرواشاعت ____ محمد اشرف اعوان

ii) ضلعی خلافت کمیٹی گجرات و

منڈی بہاؤالدین

ناظم ____ عبدالرؤف
نائب ناظم ____ محمد جمشید
سیکرٹری ____ قاری اعظم
سیکرٹری مالیات ____ محمد رفیق راشدی
سیکرٹری نشرواشاعت ____ احمد علی بٹ

iii) ضلعی خلافت کمیٹی سیالکوٹ،

نارووال

ناظم ____ اسد اعجاز
نائب ناظم ____ راؤ محمد سعید
سیکرٹری ____ حافظ ذوالفقار شاہد
سیکرٹری مالیات ____ محمد رضوان
سیکرٹری نشرواشاعت ____ ملک تنویر الحق

iv) ضلعی خلافت کمیٹی شیخوپورہ

ناظم ____ محمد اصغر چوہدری
نائب ناظم ____ علاؤالدین
سیکرٹری ____ ریاض احمد

اطلاع

تحریک خلافت پاکستان کے مرکزی دفتر واقع ۴۔اے مزنگ روڈ لاہور میں فیکس مشین نصب کردی گئی ہے جس کا نمبر 311668 ہے۔

- سیکرٹری مالیات ـــــ اقبال حسین
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ عاصم شہزاد

3۔ حلقہ راولپنڈی ڈویژن

i) ضلعی خلافت کمیٹی راولپنڈی

- ناظم ـــــ رؤف اکبر
- نائب ناظم ـــــ غلام محبوب
- سیکرٹری ـــــ امجد سعید اعوان
- سیکرٹری مالیات ـــــ رانا منیر احمد
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ حفیظ طاہر

ii) ضلعی خلافت کمیٹی اسلام آباد

- ناظم ـــــ غلام مرتضیٰ اعوان
- نائب ناظم ـــــ پروفیسر غلام رسول غازی
- سیکرٹری ـــــ احمد کامران
- سیکرٹری مالیات ـــــ ولی الرحمٰن
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ طاہر حیات

iii) ضلعی خلافت کمیٹی ایبٹ آباد

- ناظم ـــــ خالد محمود عباسی
- نائب ناظم ـــــ محمد ہارون قریشی
- سیکرٹری ـــــ محمد جلیل
- سیکرٹری مالیات ـــــ عامر شہزاد
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ طاہر محمود

iv) ضلعی خلافت کمیٹی ہری پور

- ناظم ـــــ محمد آصف
- نائب ناظم ـــــ عبدالرشید قادری
- سیکرٹری ـــــ محمد اشرف
- سیکرٹری مالیات ـــــ قاری محمد سعید
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ بشیر احمد

v) ضلعی خلافت کمیٹی اٹک

- ناظم ـــــ مرزا نعیم اختر بیگ
- نائب ناظم ـــــ سید محمد شاہ
- سیکرٹری ـــــ اختر عالم لودھی

- سیکرٹری مالیات ـــــ محمد یوسف
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ اشتیاق امین

vi) ضلعی خلافت کمیٹی جہلم

- ناظم ـــــ وسیم تبریز
- نائب ناظم ـــــ محمد نعیم بٹ
- سیکرٹری ـــــ تنویر احمد
- سیکرٹری مالیات ـــــ محمد حسین
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ تنویر احمد

4۔ حلقہ سندھ و بلوچستان

i) ضلعی خلافت کمیٹی کراچی وسطی

- ناظم ـــــ اختر ندیم
- نائب ناظم ـــــ زبیر ملک
- سیکرٹری ـــــ محمد عمران
- سیکرٹری مالیات ـــــ شاہد علی
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ شفیق الرحمٰن

ii) ضلعی خلافت کمیٹی کراچی شرقی

- ناظم ـــــ محمد نعیم
- نائب ناظم ـــــ محمد یامین
- سیکرٹری ـــــ محمد حنیف خان
- سیکرٹری مالیات ـــــ فیض الرحمٰن
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ اکرام غازی

iii) ضلعی خلافت کمیٹی ملیر ولانڈھی

- ناظم ـــــ شمس العارفین
- نائب ناظم ـــــ خواجہ شاہین نازی
- سیکرٹری ـــــ سید یونس واجد
- سیکرٹری مالیات ـــــ عبداللطیف کھوکھر
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ عبدالعزیز بٹ

iv) ضلعی خلافت کمیٹی کراچی جنوبی

- ناظم ـــــ نوید احمد
- نائب ناظم ـــــ فاروق حمید
- سیکرٹری ـــــ راشد گنگوہی

- سیکرٹری مالیات ـــــ واجد علی رضوی
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ عبدالقادر انصاری

v) ضلعی خلافت کمیٹی کراچی غربی

- ناظم ـــــ عابد جاوید خان
- نائب ناظم ـــــ احمد خان
- سیکرٹری ـــــ محمد جاوید اسلم
- سیکرٹری مالیات ـــــ محمد حنیف
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ محمد سلیم

vi) ضلعی خلافت کمیٹی کوئٹہ

- ناظم ـــــ محبوب سبحانی
- نائب ناظم ـــــ محمد ادریس
- سیکرٹری ـــــ جاوید انور
- سیکرٹری مالیات ـــــ برہان علی
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ اکرام الحق

vii) ضلعی خلافت کمیٹی حیدر آباد

- ناظم ـــــ عبدالقادر
- نائب ناظم ـــــ علی اصغر عباسی
- سیکرٹری ـــــ عبدالهادی تیجو
- سیکرٹری مالیات ـــــ محمد فضل
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ محمد عارف

viii) ضلعی خلافت کمیٹی سکھر

- ناظم ـــــ غلام محمد سومرو
- نائب ناظم ـــــ الطاف احمد
- سیکرٹری ـــــ منظور احمد
- سیکرٹری مالیات ـــــ حافظ اخلاص احمد
- سیکرٹری نشرواشاعت ـــــ سعید الرحمٰن صدیقی

5۔ حلقہ سرگودھا ڈویژن

i) ضلعی خلافت کمیٹی فیصل آباد

- ناظم ـــــ کفیل احمد ہاشمی
- نائب ناظم ـــــ میاں محمد یوسف
- سیکرٹری ـــــ فاروق احمد

سیکرٹری مالیات ______ حاجی محمد سلیم
سیکرٹری نشرواشاعت ___ سید ممتاز احمد شاہ

ii) ضلعی خلافت کمیٹی سرگودھا

ناظم ______ حاجی اللہ بخش
نائب ناظم ______ محمد ریاض
سیکرٹری ______ ڈاکٹر خالد محمود
سیکرٹری مالیات ______ صوفی محمد افضل
سیکرٹری نشرواشاعت ___ محمد ریاض گھمن

iii) ضلعی خلافت کمیٹی میانوالی

ناظم ______ محمود احمد ایڈووکیٹ
نائب ناظم ______ حاجی محمد عبداللہ
سیکرٹری ______ شفاء اللہ
سیکرٹری مالیات ______ حافظ شاہد فاروقی
سیکرٹری نشرواشاعت ______ غلام رسول

6۔ حلقہ ملتان ڈویژن

i) خلافت کمیٹی ضلع ملتان

ناظم ______ قیصر شہزاد
نائب ناظم ______ محمد کامران
سیکرٹری
سیکرٹری مالیات ______ عدنان طاہر
سیکرٹری نشرواشاعت ___ محمد نعمان یونس

ii) خلافت کمیٹی ضلع وہاڑی

ناظم ______ محمد طاہر
نائب ناظم ______ طاہر نسیم
سیکرٹری ______
سیکرٹری مالیات ______ محمد منیر عالم
سیکرٹری نشرواشاعت ______ محمد نواز

پشاور ____ اور بہاولپور ڈویژنوں میں ضلعی کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں۔ توقع ہے جلد ہی ان ڈویژنوں میں یہ کام مکمل کر لیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی اگلے مرحلے یعنی وارڈوں کی سطح پر کمیٹیاں بنانے کے لئے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ ضلعی ناظمین کو ان کی ذمہ داریوں کے حوالے سے تفصیلی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ توقع ہے کہ وہ ان ہدایات کی روشنی میں اپنے اپنے اضلاع میں اولاً وارڈوں کی سطح پر کمیٹیوں کی تشکیل کے کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچائیں گے اور ثانیاً تحریک کے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لئے فوری طور پر سرگرمیوں کا آغاز کر دیں گے۔OO

بقیہ : کشمیر

نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ کشمیر میں بھارتی فضائیہ کا روسی فضائیہ جیسا ہی حشر ہو گا اور دنیا میں ذلت و خواری اس کے علاوہ ملے گی۔ بھارتی فضائیہ بھی یہ بات جانتی ہے اور شاید اسی لئے بھارتی فضائیہ نے اس منصوبے کو ناقابل عمل قرار دے دیا ہے۔ سعودی گزٹ میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ان فوجی حکام کا کہنا ہے کہ انہیں افغانستان کی جنگ سے سبق حاصل کرنا چاہئے جہاں روسی فوج نے مجاہدین کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کئے تھے مگر وہ ان کے ٹھکانے تباہ کرنے یا ان کی جدوجہد آزادی کو کچلنے میں ناکام رہے تھے۔ بھارتی فوجی حکام نے کہا ہے کہ اس قسم کے حملوں سے کشمیری حریت پسندوں کو نقصان کے بجائے الٹا بھارتی فوج کو نقصان ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ گھنے جنگلوں میں حریت پسندوں کے ٹھکانوں کو تباہ کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان کے ٹھکانوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حریت پسندوں کے لئے ان کے ٹھکانوں پر حملہ کرنے والے ہیلی کاپٹروں اور لڑاکا طیاروں کو مشین گنوں اور میزائلوں سے مار گرانا انتہائی آسان ہے اور حریت پسند انہیں مار گرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ بھارت کے وزیر داخلہ راجیش پائلٹ نے حریت پسندوں کے خلاف بھارتی فضائیہ کو استعمال کرنے کی دھمکی دی تھی اور خصوصاً مقبوضہ وادی میں ڈوڈہ کے علاقے میں حریت پسندوں کے خفیہ ٹھکانوں پر بمباری کرنے کی تجویز پیش کی تھی تاکہ حریت پسندوں کی تحریک کو کچلا جا سکے"۔OO

(بشکریہ بیدار ڈائجسٹ)

نیوز ویک (جون ۲۷ '۱۹۹۴ء) میں شائع ہونے والا کسی جرمن کا ایک خط:

"آبادی کو بڑھنے سے روکنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کے شائقین کو چاہئے کہ بچوں کو ختم کرنے پر زور دیں۔ یہ بات زیادہ قرین عقل ہے۔ دنیا میں جتنی تباہی بڑے مچاتے ہیں اور وسائل کا جیسے کباڑہ کرتے ہیں ایک بچہ تو نہیں کر سکتا!"

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

کی تازہ ترین تالیف

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

شائع ہو گئی ہے ____ جس میں

- اسلام کے ابتدائی انقلابی فکر اور اس میں زوال کی تاریخ کے جائزے کے بعد
- علامہ اقبال کے ذریعے اس کی تجدید اور مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے ہاتھوں اس کی تعمیل کی مساعی اور ان کے حاصل، اور
- 'اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں ناگزیر تدریج اور اس کے تقاضوں' کے علاوہ
- اس فکر سے انحراف کی بعض صورتوں پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے ______!

سفید کاغذ پر ۱۰۴ صفحات' مع دیدہ زیب ٹائٹل کور ___ قیمت فی نسخہ /-۳۰

خلافت کا قرآنی نظامِ معیشت

(دوسری اور آخری قسط)

ربوبیتِ ربّانی کا عکس کفالتِ عامہ میں ہے

زکوٰۃ معاشرے کی کتنی ہی مشکلات حل کر دے گی

(مولانا) حضرت گل

منزل دوم

اجتماعی نظام میں لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ صدقات اپنے نظام کے مرکز کے پاس جمع کرو اور مرکز کو حکم ہے کہ صدقات خود وصول کرو۔ سورۂ توبہ آیت ۱۰۳۔ اور اس مال کو معاشرہ کے فلاحی امور کے لئے ان مدات پر صرف کرو جن کا ذکر سورۂ توبہ آیت ۶۰ میں آیا ہے۔ انفرادی زندگی میں کہا گیا تھا کہ محتاجوں کی امداد کرو اور اب اجتماعی زندگی میں کہا گیا ہے کہ اللہ کو قرض دیا کرو۔ سورۂ المزمل آیت ۱۸' سورۂ الحدید آیت ۲۰۔ جب تمہارا معاشرہ مضبوط ہو جائے گا تو یہ قرض تمہیں واپس مل جائے گا۔ جو کچھ تم اجتماعی مفاد انسانیہ کے لئے دو گے اس سے تمہاری حفاظت ہی نہیں ہو گی بلکہ مزید نشوونما بھی ہوتی جائے گی۔ سورۂ الیل آیت ۱۸ یعنی قرب خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ منزل اول میں اپیل کی گئی تھی کہ بطور امداد کچھ کرو لیکن اب کہا کہ تمہارے مال دولت میں محتاجوں کا حق ہے۔ سورۂ الذریت آیت ۱۹' سورۂ المعارج آیت ۲۵۔۲۴ منزل دوم میں صدقات کی حیثیت خیرات کی نہیں حق کی ہو گی۔ ارشاد خداوندی ہے کہ مال غنیمت انفرادی ملکیت نہیں ہو گا۔ اسے مرکز میں جمع کرنا ہو گا۔ مرکز اس میں سے ایک حصہ اجتماعی ضروریات کے لئے الگ کر کے باقی مال مجاہدین میں تقسیم کرے گا۔ سورۂ الانفال آیت ۴۱۔ دولت اس صورت میں مقصد پورا کر سکتی ہے جب یہ گردش میں رہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ اوپر کے طبقہ ہی میں گردش کرتی رہے۔ اسے پورے کے پورے معاشرہ کے رگ و پے میں اس طرح گردش کرتے رہنا چاہئے جس طرح انسانی جسم میں خون گردش کرتا رہتا ہے۔ سورۂ الحشر آیت ۷

قرآن کریم ربواہ کو حرام قرار دیتا ہے اور قرآنی نظام کے خلاف جنگ قرار دیتا ہے۔ سورۂ آل عمران آیت ۲۷۹ قیام زندگی کے لئے روشنی' حرارت' ہوا' پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اشیاء کو انسان کے پیدا کرنے سے پہلے مہیا کر دیا۔ روشنی' حرارت' ہوا' پانی تو عام طور پر سطح زمین میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ انسان انہیں اپنی ضرورت کے مطابق نکال لے۔ سورۂ الحجر آیت ۲۱۔۲۰ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی کھلاؤ۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۵۴' سورۂ النزعت آیت ۳۳' سورۂ عبس آیت ۲۳ اللہ تعالیٰ جس طرح آسمانوں کا مالک ہے اس طرح زمین کا بھی مالک ہے۔ سورۂ الزخرف آیت ۸۴ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ سورۂ النحل آیت ۵۱۔۵۲ زمین کی پیداوار میں سے تم صرف اپنی محنت کے معاوضہ کے حقدار ہو۔ باقی خدا کا حصہ ہے۔ سورۂ واقعہ کی آیات ۶۳ تا ۶۷ میں اس حقیقت کو بڑے دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا اس مقصد کے لئے تم ذرا اس نظام پر غور کرو جس کے مطابق تمہاری پرورش ہوتی ہے اور سوچو کہ کیا یہ سب کچھ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے یا تمہارے وضع کردہ قوانین کے مطابق۔ مثلاً جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو تو غور کرو کہ اس میں تمہارا عمل دخل کتنا ہے اور ہمارا دخل کتنا۔ تم زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈال دیتے ہو۔ اب بتاؤ کہ اس بیج سے فصل کون اگاتا ہے۔ کیا تم ایسا کرتے ہو یا ہمارے قانون کی رو سے ایسا ہوتا ہے۔ اس کے بعد کہا پھر کھیتی کے اگنے کے بعد اس کی حفاظت کون کرتا ہے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی آفت آ جائے جس سے اگی ہوئی کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے۔ اس طرح تمہیں بہت دکھ پہنچ جائے گا اور ایک دوسرے سے کہو گے کہ ہم بالکل تباہ ہو گئے۔ ہم یکسر محروم اور بے نصیب رہ گئے۔ اس کھیتی سے غلہ ملنا تو ایک طرف ہماری محنت اور بیج بھی بیکار ہو گئے۔

اس کے بعد کہا تم ذرا اس پانی پر غور کرو۔ جس پر تمہاری کھیتی اور تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔ کیا اسے بادلوں سے تم برساتے ہو یا ہم۔ اس طرح تم اس آگ پر غور کرو جس کو تم روشن کرتے ہو۔ اور اس سے اتنے کام لیتے ہو کہو کہ سبز درختوں کی شاخوں میں حرارت کو یوں سمٹا کر رکھ دینا۔ یہ تمہاری کاریگری ہے یا ہماری۔ پھر کہا کہ رزق پیدا کرنے کی اس تمام کائناتی مشینری پر غور کرو اور سوچو کہ کس کے قانون کی کارفرمائی ہے اور اس تمام پروگرام میں تمہارا حصہ کس قدر اور خدا کا حصہ کس قدر ہے۔ اس کاروبار میں تم صرف محنت کرتے ہو۔ باقی سب کچھ خدا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے ماحصل میں بھی تمہارا حصہ بقدر تمہاری محنت کے ہو سکتا ہے۔ تم پورے کے پورے کے مالک نہیں بن سکتے۔ یہ ذرائع تمہارے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ لہٰذا تم اس سے اپنی محنت کا معاوضہ لے لو اور ذرائع پیداوار کا حصہ ہمیں دے دو۔ یہ ذرائع ہم نے ہی پیدا کئے ہیں۔ سوال پیدا ہوا کہ آپ کا حصہ آپ کو کس طرح دوں۔ جواب دیا "متاعا للمقوین" یہ ان تک پہنچاؤ جو اپنے لئے سامان پرورش حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ جب ان تک پہنچ گیا تو ہمیں پہنچ گیا۔ اس حقیقت کو سورۂ الملک آیت ۲۱۔۳۱' سورۂ عبس آیت ۲۳۔۲۴ میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ رعد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال آیا کہ جس انقلاب کے لئے میں نے اپنی عمر صرف کر دی ہے اس کی تکمیل میری زندگی میں ہو جائے گی یا نہیں؟ اس کے جواب میں کہا کہ تم اس کی فکر نہ کرو کہ اس کی تکمیل تمہاری موجودگی میں ہو گی یا تمہاری وفات کے بعد۔ تم اس پیغام کو عام کرتے جاؤ مکمل ہو کر رہے گا۔ خواہ تمہاری زندگی میں اور خواہ اس کے بعد۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم

کس طرح زمین کے رقبوں کو ان بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھوں سے سکیڑتے ہیں۔ یعنی کم کرتے ہیں یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ان پر ان کی ملکیت ختم ہو گی اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارے فیصلے کو لوٹا نہیں سکتی۔ ہم بہت جلد حساب کرنے والے ہیں۔ سورۃ الرعد آیت ۴۱ ۔ سورۃ انبیاء آیت ۴۴ میں ہے کہ انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو زمین متاع حیات حاصل کرنے کے لئے ملی تھی۔ اس پر زمانہ گزر گیا تو انہوں نے قبضہ جمالیا۔ اب ہم آہستہ آہستہ اسے ان کے ہاتھوں سے نکال رہے ہیں۔ ہمارے اس پروگرام کی تکمیل ہو کر رہے گی۔ یہ ہمیں مغلوب نہیں کر سکیں گے۔

تیسری منزل

اب اسلامی حکومت وجود میں آگئی ہے۔ خدا نے ربوبیت عالمینی کا جو وعدہ کیا تھا۔ اسے پورا کرنے کی ذمہ داری اس مملکت نے اپنے اوپر لے لی۔ سورۃ الحج آیت ۴۱ میں ارشاد خداوندی ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں ایک فرض ایتائے زکوۃ ہے۔ قرآن نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت کا فریضہ زکوۃ دینا ہے۔ جو شخص مسلمان ہوتا ہے۔ اسے ایک معاہدہ پر دستخط کرنے ہوتے ہیں۔ "ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنہ" سورۃ التوبہ آیت ۱۱۱ یعنی اس سوسائٹی کا ممبر اپنا مال اور اپنی جان خدا کے ہاتھوں فروخت کر دیتا ہے اور اس کے بدلے میں خدا اسے جنت عطا کر دیتا ہے۔ عملاً یہ معاملہ اسلامی مملکت کے ساتھ ہوتا ہے۔ سورۃ الفتح آیت ۱۰۔ لہذا اسلامی نظام میں مال و جان اسلامی نظام کے تحویل میں چلا جاتا ہے۔ اس کے عوض اسے اس دنیا میں بھی جنتی زندگی مل جاتی ہے اور آخرت میں بھی جنت۔ قرآن تسلیم کرتا ہے کہ مختلف افراد کی صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ صلاحیتوں کے اختلاف سے معاشرہ کے مختلف کام باآسانی سر انجام پاتے ہیں۔ سورۃ الزخرف آیت ۳۲۔ قرآن کہتا ہے کہ اس اختلاف کو اس حد تک رکھو اس سے معاشی ناہمواری (فساد) نہ پیدا کرو۔ ورۃ النحل آیت ۷۱۔۵۳ میں فرمایا اکتساب رزق کے سلسلہ میں مختلف افراد میں صلاحیتوں کا فرق ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زیادہ کماتے ہیں وہ اپنے لئے خاص کر لیں۔ بلکہ فاضل کمائی محتاجوں کو واپس کریں کیونکہ یہ صلاحیت آپ کی ذاتی پیدا کردہ نہیں۔ یہ خدا کی نعمت ہے جو بلامعاوضہ آپ کو ملی ہے۔ قارون نے کہا تھا "انما اوتیتہ علی علم عندی" سورۃ القصص آیت ۷۸۔ میرا مال و دولت میری اپنی ہنرمندی کا نتیجہ ہے۔ میں اسے دوسروں کو کیوں دے دوں۔ قرآن کریم کا فیصلہ ہے "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو" سورۃ البقرہ آیت ۲۱۹ محتاجوں کو کس قدر دوں۔ جواب ملا جو آپ کے ضرورت سے زیادہ ہو۔ وہ نظام کو دے دو' تاکہ نظام محتاجوں کی ضرورت پورا کرے۔

ابو الکلام آزاد ترجمان القرآن جلد ح صفحہ ۱۲۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا ازعان ہو گیا ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار و اکتناز کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ احتکار یہ کہ دولت کا کسی ایک طبقہ میں محصور ہو جانا اور اکتناز یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔ اس سے سوسائٹی کا جو نقشہ بنتا ہے۔ اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا' جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب طبقہ پر طاری ہو جائے گی۔ بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی و کسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور ہو گا اور اس لئے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی۔ اتنی ہی زیادہ جماعت بحیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے۔ لیکن صرف اپنے لئے نہیں کمائیں گے۔ تمام افراد قوم کے لئے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لئے محتاجی و مفلسی کا پیغام بن جائے۔

اگر مسلمان زکوۃ کا معاملہ قرآن کے مطابق درست کر لیں تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ قرآن نے زکوۃ کا معاملہ ایک خاص نظام سے وابستہ کر دیا ہے اور اس نظام کے قیام پر اس کے تمام مقاصد و مصالح کا حصول موقوف ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ نہ تھا کہ ہر شخص پر خود ہی مقاصد و مصالح کا حصول موقوف ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ نہ تھا کہ ہر شخص خود ہی زکوۃ نکالے اور خود ہی خرچ کر ڈالے۔ بلکہ یہ تھا کہ حکومت اپنے عاملوں کے ذریعے ہر شخص سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے اور پھر ضروریات وقت کے مطابق جس مصرف کو مقدم دیکھے اس پر خرچ کرے۔ جب ایک شخص نے حکومت کے عامل کو اپنی زکوۃ دے دی اس کی زکوۃ ادا ہو گئی۔ چنانچہ عاملوں کی تنخواہ کا بار بھی اس فنڈ پر ڈال دیا اور صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ "والعاملین علیھن" سورۃ توبہ آیت ۶۰۔ جو کارندے وصولی کے لئے مقرر ہیں۔ ان کو بھی اس فنڈ سے دے دو صفحہ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں کہ صدر اول سے لے کر آخر عہد عباسیہ تک یہ نظام بلااستثنا قائم رہا۔ لیکن سہ ہجری میں تاتاریوں کا سیلاب تمام اسلامی ممالک میں امنڈ آیا اور نظام خلافت معدوم ہو گیا۔ جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ کسی اہل مسلمان کو اپنا امیر مقرر کر لیں تاکہ اسلامی زندگی کا نظام قائم رہے' معدوم نہ ہو جائے۔ صفحہ ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوۃ کسی بیت المال کے حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے وہ دیدہ دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں اس لئے ہم مجبور ہیں اور انفرادی طور پر زکوۃ دیتے ہیں تو یہ عذر قبول نہیں۔ اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ ترک نہیں کر دیا گیا جس کا قیام امام و سلطان پر موقوف تھا تو زکوۃ کیوں ترک کر دیا گیا۔ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس بات سے باندھ دیئے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لئے ایک امیر منتخب کر لیں۔ انجمن بنائیں اور ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہو جائیں۔ صفحہ ۱۷۲ میں لکھتے ہیں مسلمانوں پر نفس کا حق ہے' والدین کا حق ہے' رشتہ داروں کا حق ہے' بیوی بچوں کا حق ہے' ہمسایہ کا حق ہے اور پھر تمام نوع انسانی کا حق ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق یہ تمام فرائض ادا کرے۔

قرآن کی تعلیم سرمایہ داری کے مفاسد مٹانا چاہتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دولت اور وسائل دولت کا احتکار روک دیا جائے اور ہر کمانے والے فرد کو قانون کے ذریعے مجبور کیا جائے کہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ کمزور افراد کے لئے نکالے۔ نیز سٹیٹ کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔ صفحہ ۱۷۳۔۱۷۵ میں لکھتے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

حضرت مولانا سمیع الحق کے نام ایک مکتوبِ مفتوح

پہلے کیا ہم سراب کے پیچھے نہیں بھاگتے رہے؟

نعیم اختر عدنان

مولانا محترم السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

۲۵ / جون ۱۹۹۴ء کے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ایڈیشن میں آپ کا بیان (خطاب جمعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) پڑھ کر میں اپنے آپ کو مجبور پا رہا ہوں کہ آپ کی خدمت میں چند باتیں عرض کروں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اسے ہماری دنیا و عاقبت کے لئے انجام کار کے اعتبار سے مفید بنا دے!

آپ کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ "ملک و قوم اس وقت عذاب میں مبتلا ہے"۔ آپ کا یہ احساس بھی درست اور صحیح ہے کہ "ہم اپوزیشن اور حکمرانوں کی شکل میں دو شیطان قوتوں میں پھنس چکے ہیں۔" آپ کا یہ ارشاد بھی سر آنکھوں پر کہ "پوری قوم لات و منات کے دوہرے عذاب کا مزا چکھ رہی ہے"۔ لیکن اس پوری صورت حال پر آپ جیسے مجاہد اسلام اور خادم دین بھی اگر خاموش رہیں تو قوم کے دیگر طبقات کا کیا حال ہو گا؟۔ رہے عوام الناس تو وہ کس در پر جائیں اور کونسا دروازہ کھٹکھٹائیں؟۔

محترم المقام مولانا! مجھے قلم و قرطاس کے ذریعے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جس بات نے مجبور کیا وہ آپ کا یہ قول ہے کہ "نہ صرف میں (مولانا سمیع الحق) بلکہ تمام دینی قوتیں ایک ایسی بند گلی میں خود کو بند پا رہی ہیں جس کے دونوں سرے اندھیروں میں کھلتے ہیں۔" آپ کے دکھی مگر حساس دل سے نکلے ہوئے یہ جملے میرے قلب و جگر میں تیر کی طرح پیوست ہو گئے کہ دین و شریعت کا ایک خادم بھی کیا اس درجہ بے بس اور حالات سے مایوس ہو سکتا ہے؟ ہے تو یہ چھوٹے منہ سے بڑی بات' لیکن میں اس حد درجہ مخدوش و مایوس کن صورت حال میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان اسلام کے نظام عدل و قسط کے بالفعل قیام کے لئے وجود میں آئی تھی مگر شومئی قسمت سے یہ منزل آہستہ آہستہ قریب آنے کی بجائے روز بروز دور سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس میں سیاسی جماعتوں کے کردار کا نہ ہم یہاں ذکر کریں گے اور نہ ہی اس کی کوئی خاص ضرورت محسوس کرتے ہیں اس لئے کہ ایسے سب لوگ جنہیں آپ "لات و منات" قرار دے چکے ہیں' پیشہ ور بہروپیے ہیں' جن سے کسی خیر کی توقع کرنا ہی ہماری سب سے بڑی خطا ہے۔ ہاں' دینی و مذہبی جماعتوں کے کردار سے ہمیں بھی دلچسپی ہے اور محبان دین و وطن کو بھی توقع۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک کا میزانیہ دیکھا جائے اور آپ جیسی ہستیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے نتیجہ کچھ اچھا برآمد نہیں ہوا اور یہ سب کچھ اس کے باوجود ہوا کہ دینی جماعتوں اور اس کے محترم قائدین نے "میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا" کے مصداق ہر خوب و زشت وادی کا سفر طے کیا مگر ان کی یہ ساری جدوجہد بنی اسرائیل کی سینا میں "صحرا نوردی" ہی ثابت ہوئی۔ محترم مولانا! آخر اس کی کوئی وجہ تو ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وطن عزیز کی اکثر و بیشتر دینی و مذہبی جماعتیں ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہیں جس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ یوں اس لاحاصل جدوجہد سے ہم لوگوں کا رویہ اس قول کا مصداق کامل نظر آتا ہے کہ "زندہ لوگوں کا رویہ انجہانیوں جیسا ہو گیا ہے"۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد مومن کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ "اتقوا فراسة

محترم مولانا! جہاں تک انتخابی سیاست کے تحت نظام میں تبدیلی کی خواہش کا تعلق ہے' پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے بلاخوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے ملک کے موجودہ سیٹ اپ کے تحت انتخابی سیاست کے ذریعے دینی جماعتوں کا اپنے طور پر برسراقتدار آنا محال ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اور دوسری جماعتوں کے ساتھ اتحاد بنا کر دینی اعتبار سے کسی پیش رفت کے "سہانے خواب" کا انجام آپ خود "آئی جے آئی" میں دیکھ ہی چکے ہیں۔

محترم مولانا! انتخابی سیاست بڑے زمینداروں' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے گھر کی لونڈی ہے جس میں خادمان دین کی حیثیت سب کے سامنے عیاں ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دنیا کے دوسرے ممالک میں مروج جمہوری طریق انتخاب سے کم از کم چہرے تو بدل ہی جاتے ہیں مگر ہمارے یہاں تو چہرے بھی نہیں بدلتے۔ فرق صرف "گاؤ آمد و خر رفت" کی طرح کا ہی ہوتا ہے۔ الغرض انتخابی سیاست میں اپنی عزت و وقار کو داؤ پر لگا کر بھی نفاذ اسلام "ہنوز دلی دور است" والا معاملہ بن چکا ہے جبکہ ہماری صورت کچھ اس شعر کا مصداق نظر آتی ہے کہ ۔

پہلے ہی اپنی کونسی ایسی تھی آبرو
پر شب کی منتوں نے تو کھو دی رہی سہی

محترم مولانا! محض دعوت و تبلیغ سے نفاذ اسلام کی جانب کسی قسم کی پیش رفت پر دلیل دینے کی چنداں حاجت نہیں ہے' وہ اس لئے کہ نفاذ اسلام کے لئے تو دعوت و تبلیغ کے مرحلے طے کرنے کے بعد جہاد و قتال کی منزل بھی سر کرنا پڑتی ہے۔ اب آیئے ہم اپنے اصل نکتے کی جانب مراجعت کرتے ہیں جو نفاذ اسلام کے لئے درکار انقلابی جدوجہد سے عبارت ہے۔ یہ جدوجہد خود باطل نظام اور اس کے ظالم و مفاد پرست کارندوں کے خلاف ہو گی جس کے لئے طریق کار ہمیں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اخذ کرنا ہو گا۔ ہمیں اپنے اندر ایمانی کیفیت پیدا کر کے انقلاب نبوی کے اساسی منہاج کو اختیار کرنا ہو گا جسے ہم انقلابی طریق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی منہج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جدوجہد کی کامیابی تک پہنچنے کی واحد سبیل ہے جس میں دنیوی ناکامی بھی فلاح اخروی کی ضمانت تو بن ہی جاتی ہے۔

محترم مولانا! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ آپ بند گلی کے اندھیرے سروں سے اپنا رخ صراط مستقیم کی حد درجہ روشن و منور سمت کی جانب موڑ لیں۔ مجھے یقین ہے کہ انتخابی سیاست کی بھول بھلیوں سے اعلان برات کر کے آپ ایمان و عمل کی ایک نئی دنیا میں آ جائیں گے جہاں سب کچھ موجود ہے ۔

ولایت' پادشاہی' علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہے فقط اک نکتہ ایمان کی تفسیریں

محترم مولانا! آپ کو یاد ہو گا کہ متحدہ شریعت محا

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

پارلیمانوں کی ماں اور ایک بیٹی ---- سنتا جا' شرماتا جا

آیئے برطانوی پارلیمنٹ کی سیر کریں

ہمارے ہاں بھی کوشش تو نقل مطابق اصل کی ہے لیکن ....

اقتدار احمد

پاکستان میں ایسے ممتاز و سربر آوردہ دانشوروں اور سیاستدانوں کی کمی نہیں جو پارلیمانی جمہوریت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ طرز حکومت ہمارے سابق آقاؤں نے برصغیر میں متعارف کرایا جسے وہ اپنے ہاں صدیوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ چلا رہے تھے۔ برطانوی پارلیمان کے ایوان زیریں (دی ہاؤس آف کامنز) کو آج بھی دنیا بھر کی پارلیمانوں کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہے لیکن شاید اس پر بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی فرمودہ قرب قیامت کے علامات میں سے یہ ایک علامت اب صادق آتی ہے کہ لونڈیاں اپنی مالکنوں کو جنم دیں گی یعنی بیٹیاں اتنی منہ زور ہوں گی کہ ماؤں کو ان کے سامنے دم مارنے کی بھی ہمت نہ رہے۔

چنانچہ اس ماں کی جو ایک بیٹی اسلام آباد کے شاہراہ دستور پر بڑی آن بان کے ساتھ فروکش ہے' اس کی شان و شوکت کے سامنے برطانوی پارلیمان پانی بھرتی نظر آتی ہے۔ کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کا طریق کار اور کارروائی کی جملہ تفاصیل اپنے اصطلاحی عنوانات سمیت جوں کی توں وہی ہیں جو ہاؤس آف کامنز میں دیکھی اور سنی جاتی ہیں لیکن دونوں میں مماثلت بس یہیں تک ہے ورنہ نشست و برخواست کے جو ٹھاٹ باٹ اس بیٹی کے ہیں' وہ بچاری ماں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے اور رہا اس کا اصل مقصد یعنی کارروائی کی افادیت تو اس کا سلیقہ بیٹی نے سیکھا ہی نہیں' برت کے کیا دکھاتی!۔

ہمارے ایوان نمائندگان میں' وہ سینٹ ہو' قومی اسمبلی ہو یا صوبائی اسمبلیاں' جو کچھ ہوتا رہا اور خاص طور آج کل ہو رہا ہے اس کے ذکر میں پیشانی پر عرق انفعال کے قطرے نمودار ہو جاتے ہیں جنہیں موتی سمجھ کر چننے والا کوئی نہیں۔ بے مقصد بحث و تکرار یہاں کا معمول رہا اور اب تو گالم گلوچ کا وہ طوفان بدتمیزی ان میں اٹھتا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ مچھلی بازار اس کیفیت کے اظہار کے لئے بہت ہی ہلکا استعارہ ہے جبکہ انگلستان کے ہاؤس آف کامنز میں سیدھے سبھاؤ یوں کام ہوتا ہے کہ سیاحوں کو بھی ترغیب دی جاتی ہے کہ ٹکٹ خرید کر آئیں اور بے غل و غش تماشائیوں کی گیلری میں بیٹھ کر ایوان کی کارروائی کا مشاہدہ کریں جس کے دوران ملک و قوم کے مستقل کے فیصلے بھی مجلس کے آداب کو پوری طرح بلکہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ملحوظ رکھتے ہوئے کئے جاتے ہیں۔

ہماری پارلیمنٹ کی شاندار عمارت اور اس کی داخلی زیب و زینت آپ نے خود جا کر دیکھی نہیں تب بھی اخبارات و جرائد کی تصاویر اور ٹیلی ویژن کی نشریات کے ذریعہ اس کا اچھا بھلا اندازہ ضرور ہو گا۔ دروغ برگردن راوی' فاضل اراکین کے خوب پھیل کر نیم دراز بیٹھنے کے لئے جو گھومنے والی گدیلی کرسیاں فراہم کی گئی ہیں ان میں دھنس کر چاق چوبند آدمی بھی اونگھنے لگتا ہے۔ وہ محترم حضرات خراٹے لینے لگیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے جن کے روز و شب "عوامی مفاد" میں دوڑتے بھاگتے گزرتے ہیں۔ ان کرسیوں کو فرش کے ساتھ جکڑ کر البتہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ محاوراتی انداز سے بڑھ کر کرسیاں عملاً بھی چل نہ جائیں' یعنی وہی احتیاط کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور ..... آزادا خاکم بدہن۔ ہمارے ان ایوانوں کی وسعت اور اس میں میسر سہولیات کے بیان کے لئے ایک پورا دفتر درکار ہے۔ کبھی بچشم خود جائزہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی تو یہ تفصیل ہم خود بھی بیان کرنے کی اپنی سی کوشش کر دیکھیں گے' آج کی فرصت میں تو آیئے ذرا برطانیہ کے "دی ہاؤس آف کامنز" کے "چیمبر آف دی ہاؤس" یعنی اس اصل ہال کی سیر کریں جس میں ایوان زیریں کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔

سامنے کے صفحے پر لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے واقع اس ایوان کے اندرونی منظر کا ایک خاکہ ہے جو بہت پرانا بھی نہیں' ۱۹۵۰ء میں بن کر تیار ہوا کیونکہ ۱۸۵۲ء سے جو عمارت اس غرض کے لئے زیر استعمال تھی اسے جنگ عظیم دوم کے دوران ۱۹۴۱ء میں جرمن ہوائی حملوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ قبل ازاں ۱۸۳۴ء تک سینٹ سٹیفن کے گرجا سے ملحق وہ ہال ہاؤس آف کامنز کے اجلاسوں کے لئے مخصوص تھا جسے ۱۵۴۷ء میں اس کام کے لئے منتخب کیا گیا اور جو ۱۸۳۴ء میں اس آتشزدگی کی نذر ہو گیا جس نے ویسٹ منسٹر کے پورے محل کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ موجودہ ایوان آنجہانی سر گائلز گلبرٹ سکاٹ نے ڈیزائن کیا تھا اور اس کا پورا داخلی نقشہ بھی انہی کا جمایا ہوا ہے۔

سب سے بڑھ کر لطف کی بات یہ ہے کہ ایوان کے ۶۵۰ اراکین میں سے زیادہ سے زیادہ ۴۳۷ خواتین و حضرات اس میں سما سکتے ہیں اور وہ بھی گورنمنٹ اور اپوزیشن بینچوں کے علاوہ فالتو بغلی بینچوں میں بھی سمٹ سمٹا کر۔ چنانچہ فاضل اراکین اگر کبھی کبھار زیادہ تعداد میں آجائیں تو انہیں سپیکر کے اردگرد اور اس کے عملے کے سامنے والے کھلے راستے پر ایک دوسرے میں پیوست ہو کر کھڑا بھی ہونا پڑتا ہے اور یہ شاذونادر وہ حالت ہوتی ہے جسے دیکھ کر ایک بار آنجہانی سر ونسٹن چرچل نے ہیجانی کیفیت ("a sense of crowd and urgency") قرار دیا تھا۔ اصل میں بہت سے فاضل ارکان عمارت کے دوسرے حصوں میں اپنے دیگر پارلیمانی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہوتے ہیں یا متعدد پارلیمانی کمیٹیوں میں شریکِ کار رہتے ہیں چنانچہ اجلاس میں شرکت کی زحمت صرف وہ ارکان اٹھاتے ہیں جنہیں اس روز کی طے شدہ کارروائی سے خصوصی دلچسپی ہو۔

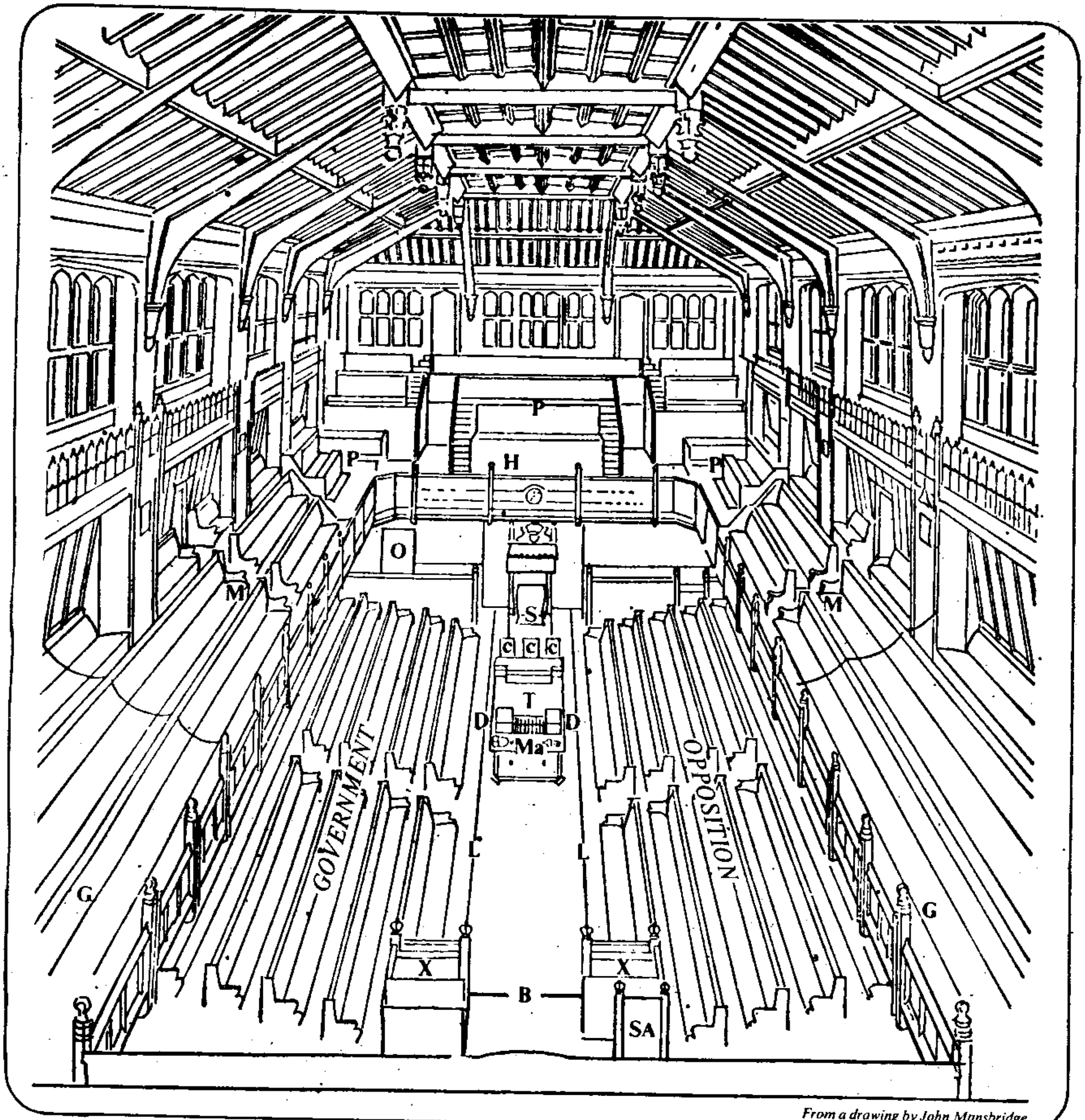

From a drawing by John Mansbridge

اجلاس کے دوران ایوان میں جو رسمی تکلفات بڑے اہتمام سے برتے جاتے ہیں انہوں نے یہاں سات صدیوں میں رفتہ رفتہ موجودہ رسم و رواج کی شکل اختیار کی ہے۔ ہمارے ہاں بھی ان کی نقل مطابق اصل کرنے کی کوشش تو ضرور کی جاتی ہے لیکن نقل راچہ عقل۔ ثابت ہو چکا ہے کہ جنس معقولیت یہاں اب نایاب ہو چکی ہے اور ہنگامہ آرائی تو ظاہر ہے کہ کسی قاعدے قانون کی پابند ہوتی ہی نہیں۔ "فریاد کی کوئی لے نہیں ہے"۔ خیر، آیئے اب ہاؤس آف کامنز کے چیمبر کی سیر کرتے ہیں۔ خاکے پر درج انگریزی کے حروف تہجی کو دیکھتے جایئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ وہ کن اشیاء یا مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

"ایس" جناب سپیکر کی نشست ہے جن کی سامنے "سی" کے تین حروف ان کے عملے کی کرسیوں کو ظاہر کرتے ہیں جو ایک ہی بڑی میز کے سامنے رکھی جاتی ہیں۔ "ٹی" ٹیبل آف دی ہاؤس کہلانے والی ایک اور بڑی میز ہے جس پر "ڈی" وہ دو روسٹرم ہیں جن میں سے دائیں طرف والے روسٹرم پر آکر اپوزیشن کا ترجمان تقریر کرتا ہے اور بائیں جانب والے روسٹرم کو حکومت کے وزراء ایوان کو سنانے کے لئے سپیکر کو مخاطب کرنے کی غرض سے استعمال کرتے ہیں۔ "ایم اے" میس کو رکھنے کا مقام ہے یعنی یہاں وہ عصا رکھا جاتا ہے جو سپیکر کے اختیار کی علامت ہے۔ ایوان میں سپیکر کے داخلے کے وقت ایک باوردی ملازم اسی عصا کو تھام کر آگے آگے چلتا ہوا آتا ہے۔ "بی" دھات کے وہ لچک دار ڈنڈے ہیں جنہیں دھکیلتے ہوئے فاضل اراکین اندر داخل ہوتے ہیں۔

"ایس اے" سارجنٹ ایٹ آرمز کے کھڑے

ہونے کی جگہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی ان حضرت کے ذمہ ایوان کے اندر "امن و امان" کی بحالی ہے۔ ضرورت پڑنے پر سپیکر انہی کو طلب کرتا ہے کہ ایوان کے فلاں فاضل رکن کو باہر کا راستہ دکھا دیا جائے۔ یادش بخیر' بھٹو صاحب نے مفتی محمود وغیرہ کو اسی "اعزاز و اکرام" کے ساتھ ڈنڈا ڈولی کرکے قومی اسمبلی سے باہر پھکوایا تھا۔ "ایکس" وہ معدودے چند چھوٹے بینچ ہیں جو بچھائے بھی مختلف رخ پر گئے ہیں اور ان کم کم "آزاد اراکین" کے تشریف رکھنے کے لئے مخصوص ہیں جو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کھسک سکنے کے مجاز ہیں اور اسی لئے یہ دائیں بائیں دونوں جانب براجمان ہیں۔ اب دیکھئے کہ دائیں جانب اپوزیشن کے لئے بینچ ہیں (صوفہ نما کرسیاں نہیں' اور اسی مناسبت سے ہمارے ہاں بھی اپوزیشن بینچوں اور ٹریژری بینچوں کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں) اور بائیں طرف حکومتی پارٹی کے بینچ۔ "جی" دونوں طرف تماشائیوں اور مہمانوں کی گیلریاں ہیں اور یہاں بھی نشست کے لئے بینچ ہی فراہم کئے گئے ہیں۔ "ایم" وہ فالتو بینچ ہیں جو دونوں جانب معمول سے زیادہ تعداد میں آجانے والے فاضل اراکین حزب اقتدار و اختلاف کو سمیٹنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اپوزیشن اور حکومتی بینچوں کے سامنے "ایل" سے ان لائنوں کی نشاندہی ہو رہی ہے جنہیں فاضل اراکین دوران تقریر عبور نہیں کرسکتے (کجا یہ کہ آپ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوجائیں جس کا مظاہرہ ہماری اسمبلیوں میں معمول کا حصہ ہے)۔

"او" سپیکر کے پیچھے ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس میں چند سرکاری افسران ضروری فائلیں لے کر بیٹھتے ہیں تاکہ موضوع زیر بحث سے متعلق وزراء کو معلومات درکار ہوں تو بروقت بہم پہنچادیں۔ دائیں بائیں اور بہت پیچھے "پی" کا حرف ان تین نشست گاہوں کو ظاہر کرتا ہے جن پر اخبارات اور ریڈیو ٹیلی ویژن کے نمائندے آکر بیٹھتے ہیں اور "ایچ" ہنسارڈ کے رپورٹروں کے لئے مخصوص جگہ ہے جو باقاعدگی سے شائع ہونے والے اس بلیٹن کا نام ہے جس میں ایوان کی پوری کارروائی درج کی جاتی ہے۔

ہم نے آپ کو اس ایوان کی سیر کرائی ہے جس میں بیٹھنے والا ہر رکن اپنے حلقے میں آباد ۶۵۰۰۰ (پینسٹھ ہزار) مردوزن کی نمائندگی کرتا ہے جن میں سے کچھ نے اس کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا' کچھ نے خلاف اور ایسے بھی ہیں جنہوں نے ووٹ ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ ہمارے ہاں قومی اسمبلی کے فاضل اراکین میں سے ہر شخص پانچ لاکھ آبادی کا نمائندہ ہے لیکن ان معززین کا---- الا ماشاء اللہ ---- حال کیا ہے' آپ جانتے ہی ہیں۔ "ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی" اور استحقاق مجروح کرنے کے جرم میں دھر جو لئے جائیں گے سو الگ!۔OO

قوم کے لوگو! اپنے ایک خیر خواہ کی سنو

ریاض حسین

اس خبردار کرنے والے نے یہ کام پہلی بار نہیں کیا

قرآن حکیم کے مطالعہ سے ایک بات تو بالکل مبرہن ہے کہ تمام انبیاء و رسل اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سبب آنے والے عذاب سے ڈراتے رہے ہیں اور یہ ڈرانا دھمکانا لوگوں کو محض خائف کرنے ہی کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ اس قوم کے ان عظیم اور افضل ترین بندوں کی طرف سے اتمام حجت ہونے کے بعد نافرمانی کی صورت میں واقعتاً قوم عذاب الٰہی کی گرفت میں آتی اور نیست و نابود کردی جاتی تھی۔ قرآن پاک میں بارہا ان اقوام کا تذکرہ کرکے مشرکین و کفار مکہ کو باور کرایا جاتا رہا کہ دیکھو' وہ قومیں طاقت اور دوسرے خواص میں تم سے بہتر تھیں لیکن آج ان کی بھنک بھی تم کو سنائی نہیں دیتی؛ اس لئے باز آجاؤ۔ پھر چونکہ ختم نبوت کے بعد انبیاء و رسل کا سلسلہ قیام قیامت تک کے لئے بند ہوگیا ہے لہٰذا انبیاء و رسل والا یہ کام اس امت کے سپرد کردیا گیا جس سے ہمارا تعلق ہے اور اسی باعث یہ امت دوسری امتوں سے افضل قرار پائی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسی طرح ہر زمانے میں مردان حق ہر قسم کے مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہوئے حق کی آواز کو بلند کرتے رہے لیکن ابن الوقت لوگ ہمیشہ سب کچھ سمجھتے بوجھتے بھی ان کی مخالفت پر کمربستہ رہے اور چونکہ وہ وقت کے حاکموں کے پٹھو ہوتے تھے' اس لئے درباری ہونے کی بناء پر عوام الناس کو دھوکا دینے میں کامیاب بھی ہوجاتے تھے۔ اللہ کے عظیم بندے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو حق کے لئے وقف کر رکھا تھا' جب اس دنیا سے رخصت ہوجاتے تو پھر عوام پر یہ شدید احساس طاری ہوجاتا تھا کہ اے کاش ہم ایسے مردان حق کے مبنی بر حقیقت انذار کے نتیجے میں اپنی روش سے باز آجاتے لیکن اس کہاوت کے مطابق کہ "اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئی کھیت" کف افسوس ملتے ہی رہ جاتے۔

چونکہ ایک معین وقت تک اس زمین پر انسانوں کو آباد رہنا ہے اس لئے انبیاء و رسل والی ذمہ داری کو نبھانے کے لئے مردان حق بدستور اپنی آواز بلند کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اس ضمن میں ایک مثال سے بات کچھ اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ کسی جگہ اللہ کا عذاب ایک زلزلے کی شکل میں نازل ہوا اور پوری بستی کو نیست و نابود کرگیا۔ کہتے ہیں کہ عذاب کے نزول سے پہلے ایک بندۂ خدا بستی والوں کو آوازیں دیتا رہا کہ تمہارے اعمال کے نتیجے میں عذاب خداوندی کے آثار نمایاں ہوچکے ہیں۔ خدارا باز آجاؤ لیکن اس قوم کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور اس طرح وہ برے انجام سے دوچار ہوئی۔ اب جب یہ بات دوسری بستیوں کے مکینوں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ مذکورہ بستی والے اگر اپنے محسن کی تنبیہہ پر غور کرتے تو یوں عذاب الٰہی کا شکار نہ ہوتے حالانکہ یہ بستیوں والے خود بھی اسی روش پر چل رہے تھے۔

بعینہٖ آج بھی اللہ کا ایک صالح بندہ یہی کام کررہا ہے جس کو قوم ڈاکٹر اسرار احمد کے نام سے خوب جانتی ہے جس نے نہ اپنا دنیوی مستقبل دیکھا اور نہ کبھی

وقت کے مفادات کو پیش نظر رکھا بلکہ ہمیشہ تمام ریزرویشن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حق اور سچ کا علم سربلند رکھنے کی جدوجہد کی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ اس ملک کے مقتدر طبقے کو آنے والے وقت کے حوالے سے ان کے اپنے کرتوتوں کے خوفناک انجام سے آگاہ کیا جس نے بعد میں حقیقت کا روپ بھی دھارا۔ اور بعض ان میں سے تسلیم بھی کرتے رہے ہیں کہ اگر ان مشوروں پر عمل کرتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے جب سے شعوری زندگی کا آغاز کیا' اسی وقت سے آپ کا یہ موقف رہا ہے کہ اس ملک خداداد کی سوائے اسلام کے کوئی بنیاد ہی نہیں ہے کیونکہ اس ملک کی نہ کسی قومیت پر اساس ہے نہ کسی زبان پر اور نہ ہی ایسی کوئی اور چیز موجود ہے جس کو اس ملک کی بنیاد قرار دیا جاسکے۔

پوری قوم گواہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے خدا سے یہ وعدہ کیا اور گڑگڑا کر دعائیں کیں کہ پروردگار' اگر تو ہمیں ایک آزاد وطن عطا کرے تو ہم ضرور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں تیرے دین کے مطابق گزاریں گے۔ لیکن اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے اس عہد کے خلاف معاملہ کیا اور آزاد ملک کے قائم ہونے کے بعد جاگیرداروں اور وڈیروں نے عنان حکومت سنبھال لی۔ انہی میں بعد ازاں سرمایہ دار بھی شامل ہوگئے جو ابھی تک اس ملک پر مسلط ہیں۔ مقتدر طبقے کی بداعمالیوں اور عوام کے رویئے کی وجہ سے ملک ۱۹۷۱ء میں پہلی بار عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا اور دولخت ہوگیا اور اس طرح ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی۔ اسی بات کی طرف اللہ کا یہ حق گو بندہ آج بھی اپنی قوم کو باور کرانے میں مصروف ہے کہ خدا کے بندو' اب بھی باز آجاؤ اور اپنی بد اعمالیوں پر اصرار کے باعث عذاب کو دعوت نہ دو۔ ورنہ کہیں بات وہ نہ ہو جائے کہ "تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ پھر اسی عمل کو دہرایا جارہا ہے کہ اس ملک کے بعض دانشور اور نام نہاد سوچنے سمجھنے والے حضرات بجائے اس کے کہ بات کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرتے' ڈاکٹر صاحب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ کاش یہ اہل خرد حضرات گروہی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ "یہ نہ دیکھا کرو کہ کون کہہ رہا ہے یہ دیکھا کرو کہ کیا کہہ رہا ہے" ڈاکٹر صاحب کی پوری بات پر غور و فکر کرتے۔

ابھی چند ماہ قبل وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ کے اس بیان پر کہ انہوں نے خالصتان کی تحریک کو دبانے کے لئے راجیو گاندھی کی مدد کی تھی' ملک بھر میں شدید ردعمل کا اظہار ہوا تھا لیکن محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے حق گوئی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک طرف تو یہ کہا کہ ملک کی کوئی خفیہ دستاویز اگر بھارت کے حوالے کی گئی تو یہ ایک کھلی غداری کے مترادف ہے اور دوسری جانب خالصتان کے قیام کو پاکستان کے لئے شدید نقصان دہ قرار دیا کہ بھارت سے آزادی کے بعد سکھوں کا اگلا ہدف پاکستان کا صوبہ پنجاب ہوگا کیونکہ ان کے سب مقدس مقامات اسی علاقے میں ہیں۔ اس بیان کی تائید اگلے چند ہی دنوں میں وزارت خارجہ کی طرف سے بھی ہوئی اور اس ضمن میں ایک بھرپور حکومتی بیان اخبار میں شائع ہوا لیکن اس میں محترم ڈاکٹر صاحب کا بالکل حوالہ نہیں دیا گیا۔

روزنامہ نوائے وقت ۲۸ مئی ۱۹۹۴ء کے کالموں میں دو حضرات بریگیڈیئر ریٹائرڈ شمس الحق قاضی اور بریگیڈیئر ریٹائرڈ ایم شفیع خاں صاحبان کی تحریروں میں واضح طور پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے موقف کی ترجمانی ملتی ہے۔ انہوں نے اہل وطن کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھالنے کی تلقین کی ہے۔ دوسرے یہ کہ بریگیڈیئر قاضی صاحب نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو بہر صورت جاری رکھنے کی تلقین کی ہے جبکہ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مجوزہ پانچ نکاتی لائحہ عمل کو پیش کرتے ہوئے ان دو باتوں کو خصوصی اہمیت کے ساتھ پیش کیا تھا۔

آخر میں' میں اپنے وطن کے دانشور حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ خدارا کسی بات کو سطحی انداز میں لے کر اچھالنے کی کوشش نہ کیجئے ورنہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔ ایک ایسا آدمی جس کا اوڑھنا بچھونا قرآنی تعلیمات ہیں اور جس کی زندگی کا مقصد ہی قرآن پاک کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے' اس

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

KHALID TRADERS
IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE
AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

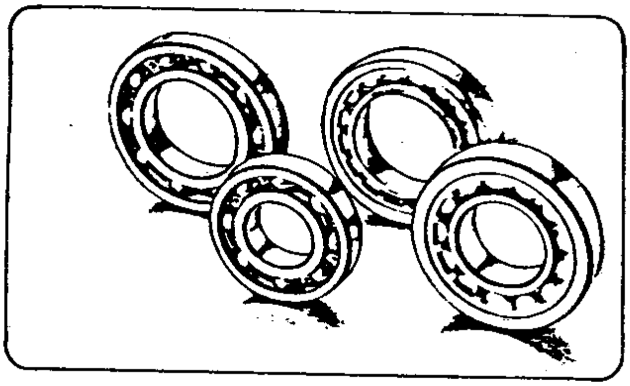

PLEASE CONTACT
TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

جہاد کشمیر اور نئے بھارتی منصوبے

عیاری کے نرالے روپ اور تشدد کی نئی لہر

سکندر بشیر نجمی

بھارت مجاہدین کشمیر کو کچلنے کے لئے پچھلے پانچ سالوں سے مختلف طریقوں پر عمل پیرا ہے۔ اس دوران میں اس نے جہاں اپنی ۶ لاکھ فوج سے کام لیا ہے وہاں اس نے بے شمار دیگر منصوبوں پر بھی عمل کیا ہے۔ اس نے اسرائیل کے اعلیٰ تربیت یافتہ اور تجربہ کار کمانڈوز اور جاسوسوں سے بھی مدد لی ہے' مجاہدین کو بھی آپس میں لڑوانے کی کوششیں کی ہیں' مذاکرات اور سیاسی عمل کا ڈھونگ بھی رچایا ہے' بھارت کے مفادات سے مخلص کشمیری لیڈر شپ کو بھی آگے لانے کی کوشش کی ہے۔ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے عالمی ذرائع ابلاغ کو بھی اس نے استعمال کیا ہے' تا حال اس کے تمام منصوبے اور حکمت عملیاں ناکام رہی ہیں۔ اس وقت بھارت جن منصوبوں اور حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور اس کی تفصیلات جو ذرائع ابلاغ میں آئی ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

بھارت پچھلے کئی سالوں سے کوشش کر رہا ہے کہ وہ تحریک آزادی کشمیر کو کسی طرح فرقہ وارانہ رنگ دے کر اسے دنیا کے سامنے پیش کر سکے' اس کے لئے اس نے کئی کشمیری ہندو پنڈتوں کو لالچ دیا اور وادی سے نکال کر انہیں جموں لے آیا۔ اور پھر ان کی زبان سے خود ساختہ داستانیں ذرائع ابلاغ سے نشر کروائی گئیں مگر دنیا نے اس کا یقین نہ کیا۔ کچھ ہندوؤں کو اپنی خفیہ ایجنسیوں کے ذریعہ مروایا بھی گیا اور ان کے قتل کی ذمہ داری مجاہدین پر ڈالی گئی مگر اس کے باوجود تحریک جہاد کو فرقہ وارانہ رنگ دینے میں ناکام رہا۔ تازہ رپورٹوں کے مطابق بھارت کی خفیہ ایجنسیوں نے بھارت کی انتہا پسند ہندو جماعتوں کی امداد حاصل کی ہے۔ بیدار کے پچھلے شمارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ بھارت کی خفیہ ایجنسیاں بڑے پیمانے پر انتہا پسند ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کو تربیت دے رہی ہیں۔ انتہا پسند ہندو جماعتوں کے زیر اہتمام چلنے والے ٹریننگ کیمپوں کی تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس سب کا مقصد بڑی تعداد میں انتہا پسند ہندوؤں کو کشمیری ہندوؤں کے بھیس میں کشمیر میں داخل کر کے وہاں ہندو مسلم خانہ جنگی کروانا ہے اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا ہے ابھی پچھلے دنوں ایک جھڑپ میں صوبہ جموں میں بی۔ جے۔ پی کا نائب صدر ہلاک ہوا ہے۔ ایک اور تازہ اطلاع کے مطابق جموں کے علاقہ کشتواڑ میں ۱۹ جون کو انتہا پسند ہندوؤں نے مسلمانوں کی ایک مسجد کو نذر آتش کر دیا۔ یاد رہے کہ کشتواڑ مسلم اکثریتی شہر ہے۔ اس سے قبل ۱۲ جون کو انتہا پسند ہندوؤں نے بھدرواہ میں مسلمانوں کے ۴۰ مکان نذر آتش کر دیئے۔ ایسی ہی مزید اطلاعات بھی ملی ہیں۔

باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بھارتی فوج نے کشمیر اور پاکستان کے حوالے سے اپنی جنگی حکمت عملی کو از سر نو ترتیب دیا ہے جس کا ماٹو ہے "پاکستان سے جنگ کرو اور چین کو روکو"۔ تفصیلات کے مطابق بھارتی پارلیمنٹ میں پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر کی آزادی کے سلسلہ میں منظور کردہ قرارداد کے بعد اور بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں بھارتی فوج نے نئی حکمت عملی تیار کر لی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ پاکستان کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن چین کو اس سے الگ رکھا جائے تاکہ بھارت اپنی تمام تر توجہ کشمیر اور پاکستان کی سرحدوں پر مرکوز کرتے ہوئے آگے بڑھ سکے۔ اس حکمت عملی کا ہدف یہ ہے کہ جنوبی کشمیر' جموں اور پنجاب کے ایک ایک چپے کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے اور یہاں کسی علاقائی نقصان کو برداشت نہ کیا جائے۔ پاکستان سے کسی متوقع جنگ سے قبل چین سے سفارتی تعلقات کو مستحکم بنایا جائے گا تاکہ چین کے ساتھ چار ہزار کلومیٹر کی سرحد پر کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بھارتی سیاسی قیادت نے اس نئی فوجی حکمت عملی پر عمل شروع کر دیا ہے۔ بنگلہ دیش کے ساتھ بھی بھارت کے مذاکرات جاری ہیں۔ بھارت بنگلہ دیش کی سرحد سے بھی فوج کو ہٹا کر پاکستانی سرحد پر لانا چاہتا ہے۔

وادی سے شائع ہونے والے ایک مقامی اخبار "گریٹر کشمیر" کی رپورٹ کے مطابق اب بھارتی فوجی مزید لوگوں کو حراست میں نہیں لے رہے بلکہ اب انہوں نے "گرفتار کرو اور ہلاک کرو" کی پالیسی اختیار کر لی ہے' جس سے شہریوں کی غیر طبعی اموات ہو رہی ہیں۔ بعض مبصرین کے حوالے سے اخبار نے لکھا ہے کہ متعدد بھارتی فوجی افسروں نے اعتراف کیا ہے کہ جیلیں اور تفتیشی مراکز زیر حراست حریت پسندوں اور دوسرے افراد کی تربیت کا حقیقی مرکز بن چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے فوجیوں نے زیر حراست افراد کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اخبار نے سرکاری حکام پر ایسے احکامات جاری کرنے کا الزام لگایا ہے جن کا مقصد ایسے تمام حریت پسندوں کا خاتمہ کرنا ہے جنہیں تلاشی کے دوران یا دوسرے مقابلوں میں پکڑا جاتا ہے۔ اخبار کے مطابق ان ہلاکتوں میں سے کم از کم ۱۷ افراد شوپیاں اور کولگام کے علاقے میں ہلاک ہوئے۔ ان نوجوانوں پر پہلے تشدد کیا گیا بعد میں ان پر گولیاں برسائی گئیں۔

۶ لاکھ بری فوج کی ناکامی کے بعد بھارت نے مجاہدین کے خلاف فضائیہ کے استعمال کا منصوبہ بنالیا ہے۔ یاد رہے کہ مجاہدین کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے برف پوش پہاڑی راستوں پر پہلے ہی ہیلی کاپٹروں کا استعمال ہو رہا تھا' اب مجاہدین کو بمباری کا نشانہ بنایا جائے گا مجاہدین نے بھارت کے اس فیصلہ پر شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے بھارت کو انتباہ کیا ہے کہ وہ روس کی شکست سے سبق سیکھے۔ مجاہدین

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

زندگانی کی گزرگاہوں میں

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝
—— (الحج: ۷۴)

● —— اقتدار احمد

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک اعلان دو مقامات پر (سورۃ الزمر اور سورۃ الحج میں) ان الفاظ مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ "ما قدروا اللہ حق قدرہ"۔ کلام ربانی کے اس جملے میں بھی حسب معمول مفاہیم و معانی کے دریا کو کوزے میں بند کیا گیا ہے اور اہل علم نے اس بہتے دریا کی تہہ سے دانائی کے کتنے ہی آبدار موتی برآمد کئے ہوں گے لیکن مجھ پر ان الفاظ مبارکہ کا تاثر کچھ اس طرح کا قائم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے خاص خسروانہ انداز میں بہ ادائے دلبرانہ اپنے بندوں سے گلہ کیا ہو کہ ان لوگوں نے میری قدر نہ جانی اور قدر نہ جاننے کا بھی مفہوم وہ جو ہمارے ہاں عام بول چال میں لیا جاتا ہے۔ باری تعالیٰ نے حسرت آمیز پیرائے میں فرمایا ہے کہ یہ نادان میری قدرت پر کبھی بھروسہ تو کرکے دیکھتے! مجھ پر اعتماد کیا ہوتا کہ اپنے بندوں کا خالق، مالک، رازق اور مشکل کشا میں ہی تو ہوں۔ پھر میں نے کبھی ان کے اعتماد کو مجروح کیا ہوتا یعنی انہیں let down کیا ہوتا تب یہ حرف شکایت لبوں پر لاتے اچھے بھی لگتے۔

گزشتہ ماہ کے مجلہ "میثاق" میں امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان، برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنا "حساب کم و بیش" منظر عام پر رکھ دیا ہے۔ اس سے کسی نے کچھ بھی سمجھا ہو، ایک سبق یہ بہرحال ملتا ہے کہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات زندگی کے لئے بے سروسامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے توکل پر اپنی توانائی اور صلاحیت کو ہمہ وقت اسی کے دین کے لئے وقف کردینے کا فیصلہ کرتے ہوئے انہیں ضرور جی کڑا کرنا پڑا ہوگا، دانتوں پسینہ آیا ہوگا لیکن رحمت خداوندی کو اپنے ظہور میں ذرہ برابر بھی دشواری نہ ہوئی۔ انہوں نے وسائل معاش سے ہاتھ کھینچ کر اللہ تعالیٰ کی حاجت روائی پر تکیہ کیا تو ان پر رزق کے دروازے بند نہیں ہوگئے، جو کچھ مقسوم تھا وہ بدستور ملتا رہا۔ خیر، ان کی بات اور ہے، مجھ ناچیز ایسے بندۂ عاصی نے بھی جب کبھی اس مسبب الاسباب پر پورے شعور کے ساتھ بھروسہ کیا، مایوسی کا منہ نہ دیکھا۔ اب اگرچہ زندگی کے باقی ایام میں یہاں بھی ہردم اس کے لطف و کرم کا محتاج ہوں تاہم اصل فکر آخرت کی ہے۔ امید رکھتا ہوں کہ خاتمہ ان شاء اللہ ایمان پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ مغفرت کے لئے میری لولی لنگڑی معذرت بھی قبول فرما ہی لیں گے۔ اللہ میاں، آپ اپنے بندے کا یہ مان بھی تو رکھیں گے نا!

یہ ذکر متحدہ پاکستان کے آخری زمانے کا ہے۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں کی بادشاہی کے خاتمے تک صنعتکاروں اور سرمایہ داروں نے چین کی بانسری بجائی اور محنت کشوں کا نہ کوئی پرسان حال تھا اور نہ فریاد کے لئے ان کے لب ہی آزاد ہوئے تھے۔ اس بے چارگی اور بے بسی کے نیچے جو محرومی و بے چینی سرسرا رہی تھی، اسے البتہ ذوالفقار علی بھٹو کی ہیجان انگیزی نے طوفان سے آشنا کرنے کا کام شروع کردیا تھا۔ اس حشر سامانی کے عالم میں مشرقی پاکستان (اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے) سے مولانا بھاشانی کراچی کے ہوائی اڈے پر نازل ہوئے تو ان کے سر پر لال کپڑے کی ٹوپی تھی اور زبان پر "لال سلام"۔ انہوں نے کراچی کے مزدوروں کو "جلاؤ اور گھیراؤ" کا بھاشن دیا تو یہ الفاظ یہاں پہلی بار اپنے اس خاص مفہوم سے آشنا ہوئے جس نے صنعتی مزدوروں میں کرنٹ سا دوڑا دیا تھا۔

کراچی کے سیٹھوں میں مولانا بھاشانی کے اس نعرۂ مستانہ نے کھلبلی ڈال دی اور بڑے سیٹھوں کے چھوٹے دل دہل کر رہ گئے۔ اس وقت تک وہاں سیٹھوں کی وہ نسل کارفرما تھی جو گجرات، کاٹھیاواڑ اور کلکتہ وغیرہ بلکہ رنگون تک میں چھوٹے بڑے کاروبار یا دلالی کے دھندے کرتے پاکستان آئی اور نئے وطن میں مواقع کی فراوانی کے طفیل دیکھتے ہی دیکھتے ملوں کارخانوں کی مالک بن گئی۔ ان کی نئی نسل تب تک برطانیہ اور زیادہ تر امریکہ میں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہورہی تھی اور جب اس نے واپس آکر کاروبار اپنے ہاتھوں میں لیا تو صورت حال بلاشبہ بہت بہتر ہوگئی لیکن ظاہر ہے کہ اس زمانے تک خال خال ہی ایسا کوئی دانہ صنعت و حرفت اور کاروبار کے مال گودام میں دیکھنے کو ملتا تھا۔ یہ نئی افتاد پڑنے پر سہمے ہوئے ان سیٹھوں نے اپنے حفاظتی اور دفاعی انتظامات کا جائزہ لینا شروع کیا اور کاغذی گھوڑے دوڑانے کے علاوہ اپنے پٹھان چوکیداروں کے دل بھی "پشوری" کئے تاکہ وقت پڑنے پر وہ چوکیدارے کے علاوہ جانثاری کا مظاہرہ بھی کریں۔ ہر طرح کے نقصانات کے ازالے کی غرض سے انشورنس کی فکر انہیں الگ پڑی ہوئی تھی۔

اپنا یہ حال کہ سود سے تو الحمدللہ پہلے ہی کامل پرہیز تھا، ۱۹۶۸ء میں حج سے واپس آکر میں نے اپنی زندگی کے سب بیمے بھی واپس کردیئے اور خاصا نقصان اٹھایا، ارادہ تھا کہ کاروبار میں بھی انشورنس کی کوئی صورت قبول نہ کروں گا۔ میری کمپنی ان دنوں متعدد دوسرے کاموں کے علاوہ لانڈھی میں واقع پاکستان کی شاید واحد لیکن بہرحال سب سے بڑی فیکٹری، پرنس گلاس ورکس کی توسیع میں تعمیر کا کام بھی کررہی تھی۔ میرے اس ٹھیکے میں جن عمارات کی انجینئرنگ ڈیزائن سمیت تعمیر شامل تھی، ان میں ایک خاصی بھاری اور بلند و بالا بلڈنگ کے پورے رقبے میں پھیلے ہوئے تہہ خانے پر تیس فٹ کی بلندی سے وہ بیضوی (شیل ٹائپ) چھت شروع ہوتی تھی جس کی اپنی اونچائی پندرہ فٹ کے لگ بھگ بن جاتی ہے۔ اس چھت کی کنکریٹ ڈالنے کے لئے قالب یعنی شٹرنگ کے طور پر دو ہزار مربع فٹ کا فولادی ڈھانچہ بنایا گیا تھا جس کا رقبہ گولائی کی وجہ سے بڑھ کر ڈھائی ہزار مربع فٹ بنتا تھا۔ اس شٹرنگ کا وزن جو خود بھی شیل ہی کہلاتی ہے، بارہ ٹن کے قریب یعنی تقریباً سوا تین سو من تھا۔ اس کام میں حادثاتی خطرات تو موجود تھے ہی جو پرنس گلاس ورکس کے مالکان نے میرے کارکنوں کی مہارت سے مطمئن ہوکر نظرانداز کردئے تھے، اب جلاؤ گھیراؤ کے پیش نظر تخریب کاری کے امکانات کا عنصر بھی ان میں شامل ہوگیا جن کی پیش بندی کے طور پر ایک انشورنس کرائی جاتی ہے جو سی۔ اے۔ آر یعنی کنٹریکٹرز آل رسک پالیسی کہلاتی ہے۔

ہمارے معاہدے میں یہ شق موجود تھی کہ ٹھیکیدار اپنے کسی حادثاتی نقصان اور مل مالکان کے مفاد کو تحفظ دینے کے لئے سی اے آر بیمہ پالیسی اپنے خرچ پر حاصل کرے گا جو میں نے بھی نظرانداز کی اور مالکان کو بھی کبھی وہ یاد نہ آئی۔ دراصل یہ شق ایسی

متعدد دوسری شقوں میں سے ایک تھی جو محض بطور احتیاط معاہدوں میں رکھی جاتی ہیں اور جب تک فریقین میں باہمی اعتماد کی فضا برقرار رہے' ان سے صرف نظر ہی کیا جاتا ہے۔ مجھے اور میری کمپنی کو مالکان کا بھرپور اعتماد حاصل ہو چکا تھا لہٰذا انشورنس والی یہ شق انہیں اب یاد آئی جب باہر کی فضا کے تیور بگڑتے نظر آئے۔ انہوں نے دو تین بار مجھے بھی یاد دلایا لیکن میں ان کی بات ہنس کر ٹالتا رہا۔ آخر جب ان کی گھبراہٹ زیادہ بڑھی تو ان کی طرف سے باقاعدہ خط آگیا کہ تم نے چونکہ توجہ نہیں دی لہٰذا ہم نے معاہدے کے مطابق بیمہ پالیسی لے لی ہے اور اس کا پریمیم ہم تمہارے بل میں سے کاٹ لیں گے۔ یہ رقم کچھ زیادہ بھی نہ تھی تاہم میں اپنے اس موقف پر جم گیا کہ بیمہ کا یہ خرچ میں ادا نہیں کروں گا اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ہمارے معاہدے کی جان اسی شق سے اڑی ہوئی ہے تو ٹھیکہ منسوخ کرکے میرا حساب کردیا جائے۔ صورت حال کی اس نزاکت پر مالکان نے اپنے دفتر واقع میکلوڈ روڈ میں ہفتہ کے روز مجھے ایک میٹنگ کے لئے طلب کرلیا جس میں معاہدے کے تیسرے برائے نام فریق تھاریانی اینڈ کمپنی کو بھی شریک ہونا تھا جو اس منصوبے میں مشاورتی فرائض انجام دے رہی تھی۔

ان کے دفتر کے کانفرنس روم میں وقت مقررہ پر یعنی ڈیڑھ بجے دوپہر ہم چار آدمی اکٹھے ہوئے۔ مالکان کی نمائندگی جو ایک اسماعیلی خاندان سے تعلق رکھتے تھے' داؤد سیٹھ اور صالح سیٹھ نے کی' تھاریانی اینڈ کمپنی کی صرف سے نوجوان آرکیٹیکٹ آزاد تھاریانی آئے تھے جو اثنا عشری لیکن لبرل شیعہ تھے اور اپنی کمپنی کی طرف سے کارمختار میں تھا ہی۔ مجھ سے سوال ہوا کہ اتنا عرصہ انتہائی معقولیت کے ساتھ کام کرتے کرتے مجھے اچانک یہ کیا ہوگیا ہے تو عرض کیا کہ مسئلہ پریمیم کی رقم کا نہیں' کسی اور مد میں آپ میرے بل میں سے اس سے دگنی رقم کاٹ لیں تب بھی مجھ پر کوئی قیامت نہیں ٹوٹے گی لیکن مشکل یہ ہے کہ انشورنس کو میں ناجائز سمجھتا ہوں--- اور کیوں کے جواب میں بتایا کہ یہ سود کی جڑواں بہن ہے جو اسلام میں حرام مطلق ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ انشورنس اللہ تعالیٰ پر ایک طرح کے عدم اعتماد کا اظہار بھی ہے۔ بات انگریزی میں ہورہی تھی تاہم حرام کو میں نے حرام ہی کہا' اس کا ترجمہ نہیں کیا تھا جس پر دونوں سیٹھ چونکے اور آزاد صاحب کے کان بھی کھڑے ہوگئے۔ داؤد سیٹھ کہنے لگے۔ "اقتدار صاحب! حرام کیا ہوتا ہے؟"۔ میں نے وضاحت کی تو سوال آیا۔ "آپ اپنے دھندے میں بینک سے لین دین نہیں کرتے؟"۔ "بس کرنٹ اکاؤنٹ کی حد تک' سود کا ایک پیسہ کبھی لیا نہ دیا"۔ "کمال ہے" اب صالح سیٹھ میں بھی کرید پیدا ہوئی۔ بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ اچھا بتایئے آپ کے مذہب میں اور کیا ہے۔

میں نے اسلام کے نظام معیشت کے چیدہ چیدہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے جب زکوٰۃ کا ذکر کیا تو سوال ہوا۔ "یہ کتنے فیصد ادا کرتے ہیں"۔ "سال کے سال مخصوص اثاثوں کی مالیت کا ڈھائی فی صد" --- "اچھا' یہ تو بہت آسان ہے' ہم اپنی صافی سالانہ آمدنی کا "دَسَوَن" حاضر امام کو دیتے ہیں یعنی دس فی صد۔ لیکن یہ انشورنس کے بغیر آپ کا کام کیسے چلتا ہے؟" --- "انشورنس میں بھی کراتا ہوں لیکن اپنے اللہ سے!" (میرا جواب تھا۔ "I do have Insurance Cover but I insure with my God, Allah Almighty" ۔ پھر تفصیل سے عرض کیا کہ سی۔ اے۔ آر پالیسی آپ نے لی ہے' خدانخواستہ کچھ ہوگیا تو انشورنس کمپنی سے کلیم وصول کرکے ساری رقم آپ خود رکھ لیجئے گا' قاعدے کے مطابق اپنا حصہ میں طلب نہیں کروں گا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہر نقصان بطور آزمائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے' وہی اس کے ازالے کا انتظام بھی فرمادے گا۔ میری جانب سے اس یقین و ازعان کے بھرپور اظہار پر سیٹھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ "خیر' جانے دیجئے' یہ آپ کے دین و ایمان کا معاملہ ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے"۔

اگلے روز اتوار کی چھٹی تھی۔ دفتر میرا بھی بند تھا لہٰذا لگ بھگ دس بجے صبح تک بے فکری میں گھر پڑا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ "اقتدار صاحب' فوراً سائٹ پر پہنچئے' آپ کا شیل گر گیا ہے"۔ یہ پرنس گلاس ورکس کے داؤد سیٹھ کی آواز تھی۔ مجھ پر سکتہ ساطاری ہوگیا چنانچہ یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ کوئی تیار شیل گرا ہے یا شیل کی شٹرنگ گری ہے اور جانی نقصان بھی ہوا ہے تو کیا۔ لانڈھی ٹیلی فون کرنے کی کوشش ہی لاحاصل تھی۔ دراصل اس زمانے میں کورنگی کا ٹیلی فون ایکسچینج اس درجہ ازکار رفتہ تھا کہ وہاں سے لانڈھی کی کوئی لائن ملانا لانا تھا جوئے شیر کا۔ وہاں سے میرے ساتھ رابطہ کی کوشش ناکام ہونے پر ہی فیکٹری کی انتظامیہ نے اپنے مالکان کو گھر پر اطلاع دی تھی جو انہی کے ذریعے مجھ تک پہنچی۔ میں فوراً تیار ہوا اور اپنی فوکس ویگن میں لانڈھی کا رخ کیا جہاں پرنس گلاس ورکس کا فاصلہ میرے گھر سے چار میل کے لگ بھگ تھا۔ اس پورے راستے دل ہی دل میں اس حادثے پر میرا اللہ میاں سے شکوہ جاری رہا۔ "اللہ میاں! دیکھ لیجئے' میں نے تو کل ہی بھری بزم میں آپ پر اپنے غیر متزلزل یقین و اعتماد کا اظہار کیا تھا"۔ یہ شکوہ عجب نہیں کہ کسی لمحے طعنے تشنے میں بھی بدل گیا ہو۔ اللہ معاف کرے' بہت سنبھلنے کی کوشش کرتا رہا لیکن خیالات کی رو پر بند باندھنا کوئی آسان کام ہے!۔ تاہم سائٹ پر پہنچنے تک طبیعت میں سکون آگیا تھا' ایک ٹھہراؤ سا' جس کی الفاظ میں ترجمانی کی جائے تو یوں کہ اے اللہ' میں تیری رضا پہ راضی ہوں۔ تو نے جو کیا میرے حق میں اچھا ہی کیا ہوگا۔ بہرطور دل کا غبار نکل گیا اور جی ہلکا ہوگیا تھا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ موقع واردات پر پہنچا تو وہاں کسی ہنگامے کے کوئی آثار نہ تھے بلکہ میری گاڑی کی جھلک پاتے ہی سٹاف کے لوگ' خلاصی' کاریگر اور مزدور باہر نکل آئے۔ انہوں نے میری گاڑی کو گھیر لیا تھا اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آرہی تھیں۔ "رب نے بڑی خیر رکھی۔ اللہ نے کرم کیا جی' کچھ بھی نہیں بگڑا"۔ "مبارک ہو کوئی نیکی کام آگئی اب کچھ صدقہ خیرات بھی کریں" وغیرہ۔ دیکھا کہ بارہ ٹن وزنی شیل شٹرنگ فرش یعنی تہہ خانے کی چھت پر اوندھی پڑی ہے۔ پانچ پانچ ٹن وزن اٹھانے کی صلاحیت رکھنے والے چار چین پلی بلاکوں کے ذریعے اسے چاروں کونوں سے "ہَوَش" کیا جارہا تھا کہ ایک بلاک کا کنڈا ٹوٹ گیا۔ ("ہَوَش" خلاصیوں کی اصطلاح میں اوپر اٹھانے کو کہتے ہیں۔ یونانی یا اطالوی زبان کا لفظ ہے)۔ توازن بگڑا تو دوسرے چین بلاک بھی جواب دے گئے اور شیل عمارت کے ڈھانچے کے مختلف حصوں سے ٹکراتا بیس فٹ کی بلندی سے سر کے بل فرش پر آرہا اور گویا الٹ بھی گیا۔ اب ہمارے کارکن اسے سیدھا کرنے کی تدبیر کر رہے تھے۔ خلاصیوں تک کو ایک خراش بھی نہ آئی تھی جن میں سے آٹھ شیل کے اوپر سوار یعنی فضا میں معلق تھے اور باقی نیچے کھڑے نگرانی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی معجز نمائی اسی پر بس نہ ہوئی' عمارت کے ڈھانچے کو' خود شیل شٹرنگ

کو اور اس فرش کو بھی کسی طرح کا کوئی ضرر نہیں پہنچا تھا جو اپنی جگہ خود بھی ایک چھت تھی۔ شام تک شیل کو سیدھا کر کے تبدیل شدہ چین پلی بلاکوں کے ذریعے چڑھا کر اپنی جگہ پہنچا دیا گیا اور ایسے ہو گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ سیٹھوں کو ان کا سٹاف پل پل کی خبر دیتا رہا۔

اگلے روز مل مالکان اپنی مشاورتی فرم کے انجینئروں کو ساتھ لے کر موقع پر پہنچے' ساری داستان سنی اور انجینئروں نے بڑی توجہ سے پورے سٹرکچر کو باریک بینی کے ساتھ چیک کر کے کہا کہ کسی بھی چیز کا کچھ نہیں بگڑا۔ سب کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔ اتنا بڑا حادثہ کیا ایسا بے ضرر بھی ہو سکتا ہے!۔ اور وقت رخصت مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے سیٹھ داؤد نے بڑے گہرے تاثر کے ساتھ کہا۔ "مسٹر اقتدار' آپ کی انشورنس واقعی بہت مضبوط اور موثر نکلی!" OO

بقیہ : قوم کے لوگو

کے خیالات سے پوری آگاہی حاصل کرنے کے بعد ہی اپنی رائے کا اظہار کیا جانا چاہئے اور اس کی ضرورت بھی ہے کیونکہ کوئی بات کسی بھی موضوع پر حرف آخر بہرحال نہیں ہوتی!OO

بقیہ : قرآنی نظام

ہیں بہرحال قرآن نے اجتماعی مسئلہ کا جو حل تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ مدارج معیشت کی مساوات قائم کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن حق معیشت کی مساوات ضرور قائم کرتا ہے۔ یہ بات ضروری نہیں کہ سب کو ایک طرح پر سامان معیشت ملے۔ لیکن ضروری یہ ہے کہ ملے سب کو اور سعی و ترقی کی راہ یکساں طور پر سب کے سامنے کھلی رکھی جائے۔ اس نے ہر طرح کی نسلی' خاندانی' جغرافیائی اور طبقاتی امتیاز مٹا دیئے۔ اس نے زندگی کے ہر میدان میں انسانی مساوات کا اعلان کر دیا۔ اس نے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں جو سوسائٹی کے اونچے طبقے نے کمزور افراد کی خوشحالی و ترقی کی راہ میں پیدا کر دی تھیں۔ اس نے قانون کے ذریعے دولت کا احتکار و انحصار روک دیا۔ اس نے ہر گوشہ میں دولت کے اکتناز کی جگہ دولت کی تقسیم پر زور دیا۔ اس نے اس بات سے انکار کر دیا کہ دولت مندی بجائے خود کوئی حق ہے۔ اس نے بے اعتدالانہ سرمایہ داری کی تمام راہیں روک دیں۔ سود کی ہر شکل کو حرام کر دیا۔ اس نے جوئے کو کسی حال میں جائز نہ رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اسلامی نظام نافذ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اعلان کیا تھا کہ انسان تو انسان ہے اگر میری مملکت میں اونٹ بیمار ہو گیا اور میں نے اس کا علاج نہ کیا تو مجھ سے باز پرس ہو گی۔ انسان تو انسان ہے اگر میری مملکت میں کتا بھی بھوک سے مر گیا تو مجھ سے باز پرس ہو گی۔ بچہ جس وقت پیدا ہوتا اسی وقت سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں زکوۃ لینے والے نہ تھے۔ زکوۃ لینے والے اس لئے نہ تھے کہ خلافت مملکت کے تمام افراد کو بنیادی ضرورت کے لئے اشیاء مہیا کرتی۔ اسلامی حکومت روزگار ورنہ بے روزگار الاؤنس اور معذور کو پنشن دے گی۔ علاج اور تعلیم کا بندوبست مفت ہو گا۔OO

بقیہ : سندھ کی انتظامیہ

کو منظم کرے۔ اگر معاشرے میں ایسی کوئی جماعت موجود ہے جس کے مقاصد یہی ہیں تو اس میں شامل ہو کر اسے مضبوط کرنا ہو گا۔ وہ جماعت جو باکردار افراد کا مجموعہ ہو گی' باطل نظام پر کوڑا بن کر برسے گی۔ قرآن مجید کے الفاظ میں اس نظام کا "بھیجا" نکال دے گی۔ محض تمنا کرنے سے دنیا میں کوئی کام نہیں ہوتا۔ مقصد کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ لوگ دنیاوی مقاصد کے لئے' وقت' مال اور جان کی قربانی دیتے ہیں۔ ہمارے لئے تو دوہرا اجر ہے۔ اس مقصد کے لئے ہماری کوشش کا ایک ایک لمحہ توشہ آخرت بنے گا۔ اس راہ میں گرنے والا ہر خون کا قطرہ اپنے عمل کا گواہ ہو گا۔

خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود بدلنے کو تیار نہ ہو۔ ہماری دنیوی فلاح اور اخروی نجات اسی میں ہے کہ ہم اپنا تن من دھن اس مقصد کے حصول کے لئے وقف کر دیں!!OO

بقیہ : واقعات عالم

امن کمیٹی" عمل میں لائی جائے گی۔ اس کمیٹی کے تین رابطہ دفتر ہوں گے جن میں ایک دفتر غزہ شہر دوسرا خان یونس کیمپ میں واقع ہو گا جو کہ غزہ کی پٹی کے اندر پناہ گزینوں کے لئے کام کرے گا جبکہ تیسرا دفتر اریحا شہر میں واقع ہو گا جس کے ذمے مشترکہ امن فوج کی "پٹرولنگ" کی تیاریاں اور ترتیبات ہوں گی۔ اس "گشت" میں ایک گاڑی تنظیم آزادی فلسطین کے جوانوں پر مشتمل ہو گی جبکہ دوسری گاڑی اسرائیلی فوجیوں پر مشتمل ہو گی۔ یہ غزہ کے بائی پاس راستوں کے علاوہ دیگر مشترکہ طور پر زیر استعمال علاقوں میں گشت کریں گے۔

☆ پی ایل او اسرائیل معاہدات میں اسرائیلی حکام نے ہر لحہ یہی کوشش کی ہے کہ مقبوضہ علاقوں میں قائم یہودی بستیوں کو تحفظ دیا جائے اور ایسے اقدامات اٹھائے جائیں جن سے یہودی نو آبادکاروں کی جان و مال کے تحفظ کی ضمانت ہو سکے۔

اس کے مقابلے میں فلسطینی قیادت علاقے میں فلسطینیوں کے حقوق سے اغماض برتتے ہوئے ان کی حفاظت کی خاطر اسرائیل سے کوئی ایسی شرط منوانے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ شاید اس نسبت نے اسی خود ساختہ قیادت نے اپنے لئے محدود خود مختار حکومت کا نام پسند کیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے لئے محدود امن اور اپنے لئے محدود حکمرانی کے سوا کسی انتظام سے قاصر ہے۔OO

بقیہ : مکتوب مفتوح

میں تنظیم اسلامی پاکستان اپنے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کی قیادت میں آپ کے شانہ بشانہ تھی۔ اس وقت بھی ہمارا موقف آپ کے سامنے آیا ہو گا اور آج پھر اسی کی یاددہانی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حکمت دین آپ کے سامنے بیان کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا بس آپ کی خدمت میں ایک حکمت بھرا شعر ہی پیش کر رہا ہوں۔

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں' واللہ نہیں ہے

انتخابی سیاست کی گھاٹی سے نکل کر انقلابی طریق کی حامل نبوی جدوجہد کی شاہراہ پر چل کر تو دیکھیں' وہ صراط مستقیم ہی ہم سب کو پکار تو رہی ہے لیکن رک کر ہمارا انتظار نہیں کرے گی۔

نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور میرا ہے یا کہ تیرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

اس طویل سمع خراشی میں اگر نادانستہ طور پر کوئی ناگوار بات لکھ بیٹھا ہوں تو اسے میری کم علمی پر محمول کر کے درگزر فرمائیے گا۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی

ایک گزشتہ شمارے میں کے ایم اعظم صاحب کی ایک تحریر بزبان انگریزی شائع ہوئی تھی جس کا رواں ترجمہ حسب وعدہ پیش خدمت ہے جو سردار اعوان صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے۔(ادارہ)

خارجی معاملات سے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان ادھر ادھر کے ہتھکنڈے استعمال کر کے وقت گزار رہا ہے۔ لیکن جہاں تک کسی خارجہ پالیسی کا تعلق ہے' اس نام کی کوئی شے یہاں موجود نہیں' کسی طویل المیعاد منصوبہ بندی کا تو یہاں رواج ہی نہیں' اس مختصر سے مضمون میں ہماری پالیسی کی ترجیحات کا تین عنوانات کے تحت ایک جائزہ پیش ہے۔

۱) مسلم / عرب دنیا ۲) بھارت اور ۳) نیا عالمی نظام

مسلم / عرب دنیا

اس دائرے میں' جسے ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے' ہماری خارجی پالیسی دو متضاد تصورات پر مبنی نظر آتی ہے' اور یہ دونوں ہی تصورات یکساں طور پر بچگانہ ہیں۔ پہلا تو یہ تصور کہ ہمارے درمیان موجود اسلامی بھائی چارے کا رشتہ ہی ہمارے لئے کفایت کرتا ہے' اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہماری خارجہ پالیسی میں اسلام کا کوئی کردار نہیں۔

مشرق وسطی کی سیاست میں اسلام کو بلاشبہ ایک موثر اور ولولہ انگیز قوت قرار دیا جا سکتا ہے' مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عرب اور دوسرے مسلمان ممالک ہر حال میں ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہیں۔ ایک حد تک تو ہم ایک مسلمان ملک ہونے کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن مسلم ممالک کی مکمل تائید اور حمایت حاصل کرنے کے لئے وہ سب کچھ کرنا ضروری ہے جو دوسرے کسی ملک کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عرب شیوخ اور سلاطین کی پاپلوسی کر کے وقتی طور پر مفاد حاصل کرنے کی بجائے میں صحیح معنوں میں اسلام پر عمل پیرا ہو کر ان احیائی تحریکوں کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے۔ جو کم و بیش تمام مسلم ممالک میں زور پکڑ رہی ہیں۔

مشرق وسطی میں پاکستان جغرافیائی حوالے سے اہم کردار ادا کر سکتا ہے' بشرطیکہ بھارت سے پیچھا چھڑا سکے۔ اگرچہ پاکستان کی یہ حیثیت افغانسان میں حالیہ ناکامیوں کے سبب خاصی مجروح ہوئی ہے۔

بھارت

بھارت اور پاکستان کے عوام ۱۹۴۷ء کی یادوں کے اسیر بن کر رہ گئے ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ اس سے صرف ایک سو سال قبل وہ ایک مسلمان بادشاہ کے جھنڈے تلے مل کر اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے ایک دوسرے کا جو قتل عام کیا اس کے پیچھے انگریز حکام کی ان لگاتار کوششوں کا گہرا عمل دخل ہے جن میں وہ ہندوستانی تاریخ کو توڑ موڑ کر پیش کرنے میں لگے رہے۔ ۲۹/ جولائی ۱۹۷۷ء ہے' بنارس یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور ریاست اوڑیسہ کے گورنر' پروفیسر بی۔ این پانڈے نے بھارت کی راجیہ سبھا میں کھڑے ہو کر بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو کیا پڑھا رہے ہیں۔ انہوں نے اپیل کی کہ اپنی مسخ شدہ تاریخ کو درست کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں ہم اصل حقائق کی روشنی میں قدم بڑھا سکیں۔

پروفیسر پانڈے نے دو قصے ایسے بتائے جو بار بار بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک بالکل من گھڑت جو ٹیپو سلطان کے بارے میں ہے کہ ایک روز انہوں نے ایک ساتھ تین سو برہمنوں کو تہ تیغ کروا دیا۔ دوسرا بنارس میں وشوا ناتھ مندر کا زمین بوس کیا جانا' جس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب نے ایک معزز ہندو کی درخواست پر اسے مسمار کرنے کا حکم دیا تھا۔ 'کچھ' کے مہاراؤ نے جن کی رانی کی اس مندر کی مہنت نے دھوکے سے بے حرمتی کی تھی' شہنشاہ سے انصاف کے لئے اپیل کی تھی جس پر اورنگزیب نے حکم دیا کہ وشوا ناتھ بھگوان کسی دوسری جگہ منتقل کر کے مندر گرا دیا جائے اور مجرم کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

بھارت اور پاکستان دونوں کو احساس ہونا چاہئے کہ ۱۹۴۷ء کے واقعات کتنے ہی اندوہناک سہی' موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں انہیں دہرائے جانا بے معنی ہے۔ اس سے دونوں کے ہاتھ پلے کچھ نہیں آئے گا۔ بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں۔ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والوں کا معاملہ ہو گا۔

البتہ یہ کام خالی سیاستدانوں کے بس کا نہیں' مدبر حضرات دونوں ممالک کو اس کج روی سے نجات دلا کر اصل رخ پر ڈال سکتے ہیں اور ایک دوسرے کا خوف کم کر کے اپنے ملکی مسائل پر توجہ صرف کرنے میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔ ہندوستان بہرحال چونکہ ایک بہت بڑا ملک ہے لہذا پہل اس کی جانب سے ہونی چاہئے اور باہم اعتماد کی بحالی کے لئے اسے قدم آگے بڑھانا چاہئے۔ پاکستان اس طرح کی کسی کوشش کو نظرانداز نہیں کرے گا۔

نیا عالمی نظام

کسی ایک سپرپاور کی سرکردگی میں نئے عالمی نظام کو قبول کرنا نہ بھارت کے مفاد میں ہے اور نہ ہی پاکستان کے مفاد میں اور غالبا مفادات کی یہ ہم آہنگی دونوں ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں نقطہ آغاز بن سکتی ہے۔ پاکستان کو واضح طور پر طے کرنا پڑے گا کہ وہ ایک ہی سپرپاور کے رحم و کرم پر رہنا چاہتا ہے یا اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ خاص کر جب کہ قرآن کی رو سے باطل کو پوری دنیا پر مستقل غلبہ ممکن نہیں۔

امریکہ جب تک اسرائیل کو سر پر چڑھائے ہوئے ہے' کوئی مسلمان ملک اس پر بھروسہ کرنے کی حماقت نہیں کرے گا امریکہ ویسے بھی یقین' جوش و ولولہ اور روحانی نعمتوں سے تہی دامن ہے جن کے بغیر دنیا کی قیادت و سیادت کا خواب پورا ہونا ممکن نہیں۔ ہمیں جان لینا چاہئے کہ محض ڈھیروں تباہ کن ہتھیار جمع کر کے بالادستی قائم کرنے کا تصور اب باقی نہیں رہا۔ جیسا کہ ویت نام میں امریکہ' افغانستان میں روس اور ایرانی امپریل گارڈ کو تہران میں تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔ امریکہ خلیج کی جنگ جیت کر عالمی غلبے کا جو خواب دیکھنے لگا تھا وہ فاقہ زدہ' ننگے پیر صومالی جنگجوؤں نے سردست ریت میں ملا دیا۔ اب یہ بھارت اور پاکستان کا کام ہے کہ وہ دنیا کو دکھا سکیں کہ انہیں ہمیشہ بڑی طاقتوں کے رحم و کرم پر ہی نہیں رہنا' الگ اپنا ایک مقام پیدا کرنا ہے۔OO

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

تحریکِ خلافت پاکستان

کے آغاز کا مقصد

۱) پاکستان کے مسلمان عوام میں وہ شعور بیدار کرنا جو دین کی تعلیمات پر مبنی ہو۔

۲) پاکستان کے عوام تک یہ پیغام پہنچانا کہ نظام خلافت کیا ہے' اس کی ضرورت کیوں ہے اور یہ کیونکر برپا کیا جا سکتا ہے۔

۳) نظام خلافت کے قیام کی تحریک کے لئے پاکستان کے مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنا۔

۴) معاشرے کے موجودہ نامنصفانہ اور استحصالی نظام کی گمراہیوں اور خرابیوں کی جانب عوام کو متوجہ کرنا۔

۵) نظام خلافت کی برکات سے پاکستان کے عوام' مسلم و غیر مسلم سب کو روشناس کروانا۔

اگر آپ تحریک خلافت پاکستان کے درج بالا مقاصد سے اتفاق رکھتے ہیں تو آگے بڑھئے اور درج ذیل پتہ پر ایک خط لکھ کر تحریک خلافت سے متعلق لٹریچر مفت طلب فرمائیے۔

مرکزی دفتر تحریک خلافت پاکستان۔ خلافت بلڈنگ ۴/اے مزنگ روڈ لاہور۔ 54000

فون: 311668-358970

فیکس نمبر: 311668